Felicitation to Sahir Hoshiarpuri

on

His 75th Birth Day

And

WISHING HIM HAPPY RETURNS OF THE DAY

From :

MOHAN SHARMA
Prop.

EMEN EXPORT HOUSE

Manufacturers/ Exporters :
Ivory Hi-Fashion Jewellery, Brass Ware,
Scarves, Handicrafts

Ph. ; 6432877, 6413712
Godown : 6417207
Res : 6439677
Cable : KISLEY
Telex : 31-62675
Emen in

4, Pragati,
7/48, Nehru Place
New Delhi-110019

ان کے ہر شعر سے مسحور ہے دل
رام پرکاش کو ساحر کہیے

——— حضرت جوش ملسیانی

(۱۹۴۹ء)
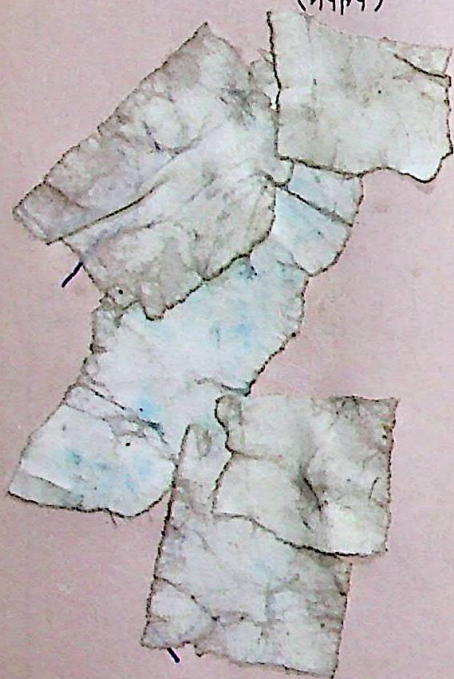
گلہائے محبت

ہریانہ اردو اکادمی (فریدآباد)

کی جانب سے

اردو کے معروف اور بزرگ شاعر جناب ساحر ہوشیارپوری

کی خدمت میں ان کی

۷۵ ویں سالگرہ اور ۵۷ سال کی ادبی خدمات کے اعتراف میں دیے جانے

والے خطاب

ممتاز الشعراء

پر دلی مبارک اور ہدیۂ تہنیت:

دل جلا کر نفس نفس جاوید
فن کو بخشتے ہے روشنی شاعر
جادو، سر چڑھ کے بول اٹھا دیکھو
رام پرکاش ہو گیا ساحر

کے۔ ایل۔ پوسوال
چیئرمین

ڈاکٹر جاوید وششٹ
سکریٹری

تاریخی رُباعی

ساحرؔ جو ہیں سخن طرازی کے امام — یہ جشنِ طرب آج انہی کے ہے نام
لو بائے طرب اور کہو یہ اخترؔ — الہام کہ ہے حضرتِ ساحرؔ کا کلام

شاکا سمیت ۱۹۰۸ = ۲ + ۱۹۰۶ = ۷۷ ۱۵۲۵ ۱۴۰۸ ۲۶۹ ۹۱

مُبارک کا قطعہ

حضرتِ ساحرؔ ہوشیار پوری کا مُمتازُ الشُّعراء کا خطاب پانا

ہو مبارک یہ آپ کو اعزاز — آپ بیشک ہیں شاعرِ ممتاز
آپ کی شاعری کا کیا کہنا — آپ ہیں ساحرِ طلسم طراز

قطعہ بر یومِ ولادت حضرتِ ساحرؔ

فروری گیارہ ان کا روزِ ظہور! — شاد رکھے انھیں خُدائے غفور
وہ ہیں اور فنِ شاعری اخترؔ — اُن کا آوازہ ہے قریب و دُور

اے جگر گوشۂ شریف نژاد — اے رفیق و حبیب نیک نہاد
اے ترا در وجود آوردست — "یازدہ فروری" مبارک باد

رُباعیات (کلامِ ساحرؔ)

اظہارِ مطالب میں لطافت ہے بہت — انداز کلام میں سلاست ہے بہت
ہر صنفِ سخن پہ دسترس رکھتے ہیں — دنیائے سخن میں ان کی شہرت ہے بہت

از بسکہ نظر نواز ان کا ہے سخن — بے حد فسوں طراز ان کا ہے سخن
یہ حضرتِ ساحرؔ کی ہے عظمت کا ثبوت — صد مایۂ فخر و ناز ان کا ہے سخن

ساحرؔ کی زبان کی حلاوت سمجھیں — ساحرؔ کے کلام کی فصاحت سمجھیں
تلمیذ یہ جوشؔ ملسیانی کے ہیں — ساحرؔ کو ہم ابوُ بلاغت سمجھیں

ہر مصرعہ تر شام مرام ساحرؔ — ہر بیتِ غزل صبحِ کلامِ ساحرؔ
قطعات و رباعیات ہم جانِ حیات — ہر نظم حسیں زلیست دوامِ ساحرؔ

— بخشی اخترؔ امرتسر

منظوم تبصرہ

بر کلام ممتاز الشعرا حضرت ساحر ہوشیارپوری

سخن گوئی ساحر کی پیشِ نظر ہے — سُرورِ دل و جاں ہے نورِ بصر ہے
وطن بھر میں مقبول ہے معتبر ہے — بڑی دل نشیں، پُرکشش، پُراثر ہے

تغزّل کا ایمان جانِ سخن ہے
ادب کا مرقّع ہے شانِ سخن ہے

تڑپتے ہیں ہر سمت فطرت کے جلوے — فصاحت، بلاغت، لطافت کے جلوے
نفاست، نزاکت، سلاست کے جلوے — حلاوت، ملاحت، عذابت کے جلوے

کہیں جوش صاحب کی شیریں زبانی
کہیں بھائی ساحر کی سحر البیانی

مضامین عالی۔ خیالات نادر — تراکیب شستہ، محاکات نادر
شبابِ سخن کی روایات نادر — جھلکتی ہے ہر جا کرامات نادر

زبان و بیاں کی دل آویزیاں ہیں
تکلّم، تبسّم کی گل ریزیاں ہیں

محبّت کی پاکیزگی دل رُبا ہے — تخیل کی پرواز مثلِ ہما ہے
اسالیبِ نو کی نرالی ادا ہے — حقیقت نگاری حقیقت نما ہے

کھلا ہر قدم پر گلستانِ معنی
ہوئے شاد جس سے محبّانِ معنی

کہیں حسنِ سرکش کی نخوت نمایاں — کہیں عشق صادق کی جرأت نمایاں
کہیں زاہدانہ متانت نمایاں — کہیں مے کشوں کی ظرافت نمایاں

حدیثِ محبت کہیں ضوفشاں ہے
کہیں راہِ دشوار دامن کشاں ہے

یہ ساحر کی کیا خوب جادوگری ہے — کہ پتھر زمیں بھی گلوں سے بھری ہے
حقیقت پہ بنیاد اس کی دھری ہے — تصنّع سے ہر شعر قطعاً بری ہے
عجب روزمرّہ عجب سادگی ہے
عجب دل ستانی عجب دل کشی ہے
یہ جودت یہ زورِ طبیعت تو دیکھو — یہ تیور یہ لفظی کرامت تو دیکھو
یہ فنی تجسّس کی قدرت تو دیکھو — زبان و بیاں کی یہ ندرت تو دیکھو
رتن جوش صاحب کی صنعت گری ہے
کہ ساحر کا حسنِ زباں دہلوی ہے

—— رتن پنڈوروی

نذرِ ساحر

۷۵ ویں سالگرہ کے موقع پر

وجد میں ہے جہانِ شعر و سخن — سحرِ ساحر کی حکمرانی ہے
چشمہ فیض، شاعری اس کی — اس کے ہر شعر میں روانی ہے
اس کی پیری ہے ترجمانِ شباب — اس کے شعروں میں نوجوانی ہے
اہلِ محفل ہیں جس کے شیدائی — اس کا اندازِ خوش بیانی ہے
یہ حسینی ہے برہمن ہمدم — اس کا ہر شعر جاویدانی ہے
اس کا ایماں ہے جانِ یک جہتی — اس کی فطرت میں مہربانی ہے
دل یہ ہندو کا، جاں مسلماں کی — یہ صفت اس کی خاندانی ہے
جن بزرگوں پہ تھا وطن کو ناز — اُن بزرگوں کی یہ نشانی ہے
اس پہ سایہ ہے کامیابی کا — اس کی قسمت میں کامرانی ہے
جعفری شاعری میں ساحر کی
ہر دُکھی دِل کی ترجمانی ہے

—— حسین علی جعفری اعظم گڑھی

قبلہ ساحرؔ صاحب کو ممتازُ الشعراء کا خطاب دیے جانے کے سلسلے میں

قطعۂ تاریخِ اعزاز

اوج مندی اُن کو ہوتی ہے عطا
جن پہ ہوتا ہے کرم اللہ کا

درجۂ ممتاز کی لے کر نوید
آج اٹھلاتی ہوئی آئی صبا

خدمتِ اُردو نے بخشی سرخوشی
دیکھنے میں آیا دِن اعزاز کا

ارفع واعلیٰ ہے ساحرؔ کا کلام
ہیں مشاہیرِ ادب اس پر فدا

"سحرِ نغمہ"، "حُسنِ محبوبی" کی جان
اور "سحرِ حرف" دِل کا آئینہ

پوچھی جب تاریخِ اعزاز و خطاب
غیب سے اے چرخؔ یہ آئی ندا

ہو مبارک حضرتِ ساحرؔ کو اوج
جگمگائے تا ابد یہ مرتبہ

۱۹۸۷

—— چرخؔ چنیوٹی

آگیا لے کر خوشی کے ماہ و انجُم جنم دِن
ہو مبارک آپ کو ہفتاد و پنجُم جنم دِن

نذرِ ساحرؔ

آپ کی سالگرہ لائی ہے جلووں کا ہجوم
آپ کی ذاتِ گرامی پہ بہاریں ہیں نثار
آئینہ بن کے چمکتی ہے بزرگانہ روش
عہدِ پیری پر تصدق ہے جوانی کی بہار
ہے کلام آپ کا جاوید، سخن گوئی بلند
ہے فلک رتبہ، بہ ہر زاویہ، دُنیائے وقار

غنچے شہنائی بجاتے ہیں، تھرکتا ہے چمن
جنم دن آپ کا ہے جشنِ سحر کی صورت
ہر کرن آج عقیدت سے قدم لیتی ہے
جگمگاتی ہے فضا شمس و قمر کی صورت
صدقِ دِل سے یہ دُعا چرخ کے لب پر آئی
ان گنت سال جیئیں آپ خضر کی صورت ۱؎

— چرخ چنیوٹی

نذرانۂ عقیدت

ذکر تیرا ہے کُو بہ کُو اے دوست
تُو غزل کی ہے آبرو اے دوست
فکر اور فن میں انتخاب ہے تُو
بے مثال اور لاجواب ہے تُو
شاعری کا وقار ہے تجھ سے
اس چمن میں بہار ہے تجھ سے
یہ تری سادگی و پُرکاری
دِل پہ کرتی ہے کیفیت طاری
مجھ کو محسوس یہ ہوا اکثر
تیرے اشعار نقش ہیں دِل پر
اے کہ فخرِ غزل ہے تیری ذات
تیرے مُنہ کی ہے بات، بات، نبات
تُو اُجالا ہے جوشؔ کے گھر کا
مرتبہ ہے بہت بلند ترا
تُو کہ جادو بیان شاعر ہے
رام پر کاشؔ ہے کہ ساحر ہے

تیرے اوصاف کر سکوں میں بیاں
مجھ سے ناچیز میں یہ تاب کہاں

— آتش بہاولپوری

۱؎ حضرتِ جوش ملسیانی
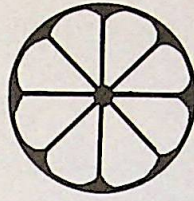
مجھے نومبر ۱۹۸۶ء میں جناب ساحر ہوشیار پوری سے ملنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ مراسلت پہلے ہی سے تھی جس سے میں ان کے حسنِ اخلاق کا قائل ہو گیا تھا۔ مجھے دُور دُور تک اندازہ نہ تھا کہ وہ ۸۵ کے سِن کو چھونے والے ہیں۔ وہ جس قدر فعّال اور بشّاش ہیں اسے دیکھ کر کون یہ سوچ سکتا ہے۔ اس تقریب کے اعلان سے مجھے معلوم ہوا کہ وہ اتنے بزرگ ہیں۔ میں تو انھیں اپنا ہم عمر سمجھا تھا۔

شاعروں کی لت ہوتی ہے کہ وہ ہر ملاقی کو اپنا کلام سنانے کا بہانہ تلاش کر لیتے ہیں اور پھر مسلسل سنائے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے میں شعرا سے شعر خوانی کی فرمائش کرتے ڈرتا ہوں۔ ساحر صاحب سے ملاقات میں معکوس تجربہ ہوا۔ طویل بات چیت میں انھوں نے اپنی شاعری کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ میں نے درخواست کی کہ تبرّکاً آپ کی زبانی آپ کا کلام سن لوں۔ انھوں نے محض ایک غزل سنائی اور اس کے بعد بابِ شعر بند۔ غزل سی غزل تھی۔ مجھے ان کے ضبط سے خوشی ہوئی کہ انھوں نے سامع پر اپنی شاعری لادنے کی کوشش نہیں کی۔

انھوں نے اُردو کی بہت خدمت کی ہے۔ زبان پر عبور رکھتے ہیں۔ آخر فصیح الملک کے خاندان سے ہیں۔ ان کے سلسلۂ تلامذہ کا جامع تذکرہ تیار کر کے حقِ تلمیذ ادا کر رہے ہیں۔ یہ بڑی مناسب بات ہے کہ انھیں "ممتاز الشعرا" کا خطاب عطا کیا جا رہا ہے۔ شاید اس تقریب کی روحِ رواں بیگم ممتاز مرزا کی نسبت سے یہ خطاب وضع کیا گیا ہو۔ بہرحال مجھے ان کی اس قدردانی پر خوشی ہے۔

—— ڈاکٹر گیان چند حیدرآباد

(اُوپر) جشنِ ساحر (دہلی، ۱۵ اگست ۱۹۷۰ء)
کے موقع پر شری وی شنکر (آئی سی۔ ایس)
چیرمین استقبالیہ کمیٹی سے اعزاز قبول کرتے ہوئے۔
درمیان میں کھڑے ہیں کنور مہندر سنگھ بیدی سحرؔ۔

(نیچے) جشنِ ساحر (دہلی، ۱۵ اگست ۱۹۷۰ء)
جناب جی۔ ایس پاٹھک (سابق نائب صدر،
جمہوریۂ ہند) جشن کے افتتاح کے لیے تشریف لا رہے
ہیں۔ ساحر ہوشیارپوری اور جوش ملسیانی صاحبان ساتھ ہیں۔

(اوپر) آل انڈیا ہندی اُردو سنگم لکھنؤ کی طرف سے غزل ایوارڈ نومبر ۱۹۷۰ء ایوارڈ پیش کر رہے ہیں
جناب پریم چند شرما (سابق وزیر صحت یوپی) اسٹیج پر جناب ہیم وتی نندن بہوگنا تشریف فرما ہیں
(نیچے) "سحر نغمہ" پر وزارتِ تعلیم اور سماجی بہبود کا اوّل انعام برائے سال ۷۲-۱۹۷۱ء سابق وزیر تعلیم
جناب نورالحسن صاحب سے انعام قبول کرتے ہوئے۔
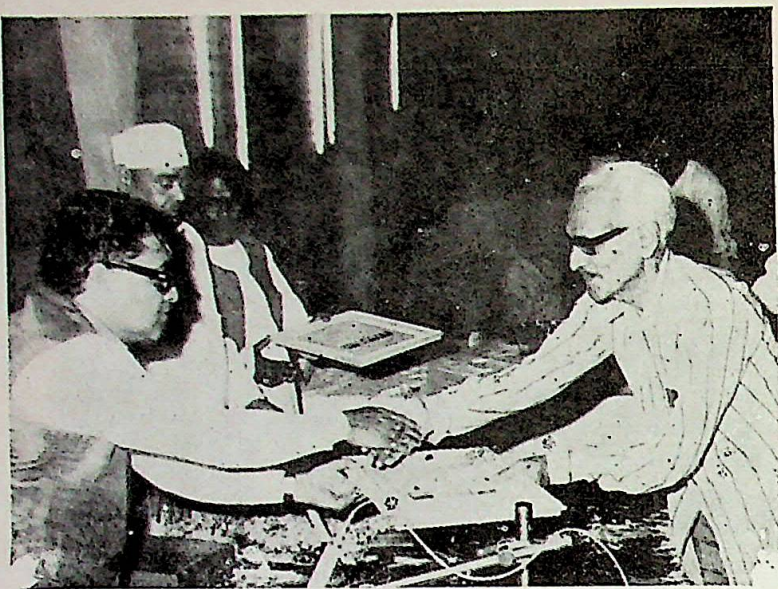
(اُوپر) میر اکاڈمی لکھنؤ کی طرف سے میر ایوارڈ (۱۹ اپریل ۱۹۸۱ء) ایوارڈ وزیرِ اعلیٰ بہار جناب جگن ناتھ مشرا نے پیش کیا۔ میر اکاڈمی کے چیرمین جنابِ مقبول احمد لاری ساتھ کھڑے ہیں۔

(نیچے) "جل ترنگ" (دیوناگری رسم الخط میں منتخب کلام) کی تقریبِ اجرا (۲۵ جنوری ۱۹۷۶ء)
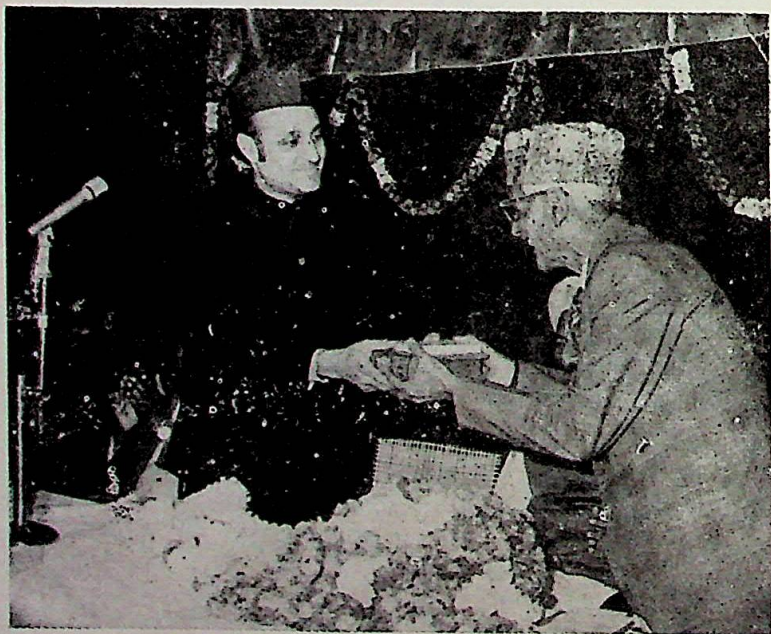
اُپ راشٹرپتی عالیجناب محمد ہدایت اللہ ہندوستان کے مشہور و مقبول شاعر حضرت ساحرؔ ہوشیارپوری کی تصنیف "سحرِ حرف" کا اجراء فرماتے ہوئے "ایوانِ غالب" میں منعقدہ تقریب میں۔ ماہرِ غالبیات جناب مالک رام اور سرپرستِ ادب کنور مہندر سنگھ بیدی اُپ راشٹرپتی جی کے ساتھ۔
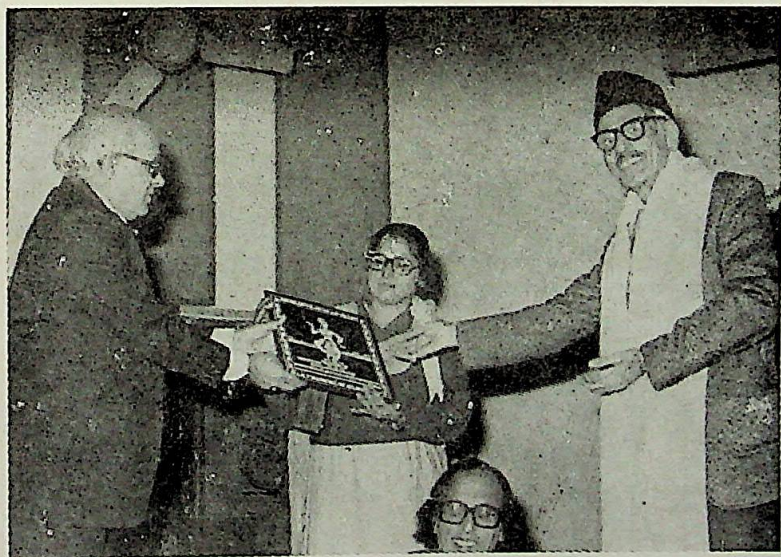
ساہتیہ منچ جالندھر کی طرف سے ۲۶ نومبر ۱۹۸۲ء کو جناب وی۔ پی بھگت، انکم ٹیکس کمشنر جالندھر حضرت ساحرؔ ہوشیارپوری کو غزل ایوارڈ پیش کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر شریمتی کیرتی کیسر کنوینر ساہتیہ منچ اور ڈاکٹر بشیر بدر بھی تشریف فرما ہیں۔

جنابؐ ایس ایل سہگل ایگزیکٹو ڈائریکٹر مہاویر سپننگ ملز لمیٹڈ ہوشیار پور ۲۷ نومبر ۱۹۸۲ء کو جناب ساحر ہوشیار پوری کو غزل ایوارڈ پیش کر رہے ہیں۔ زبیر رضوی صاحب سٹیشن ڈائریکٹر اے۔ آئی۔ آر رام پور۔ فیروز اختر (پاکستانی) شری مہر گیرا اور قیس جالندھری بھی تشریف فرما ہیں۔
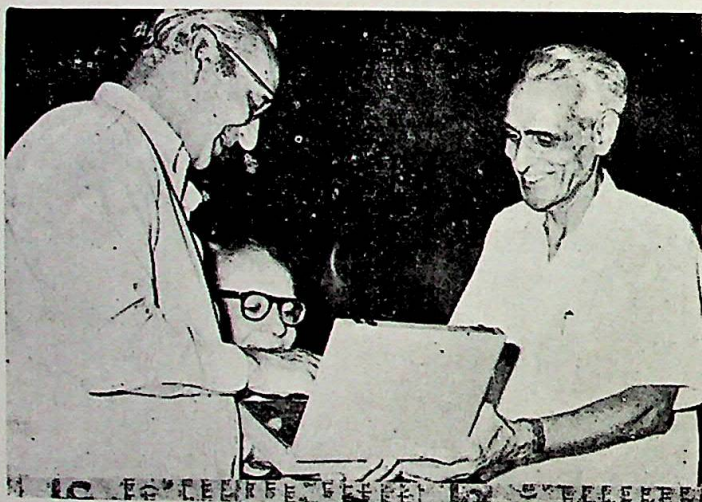
انجمن عروج ادب دہلی کی جانب سے سرپرست انجمن جناب پریم نرائن "سحر نغمہ" کے لیے چاندی کی منقش جلد پیش کر رہے ہیں جس پر ہند و پاک کے ممتاز اہل قلم کے دستخط کندہ ہیں
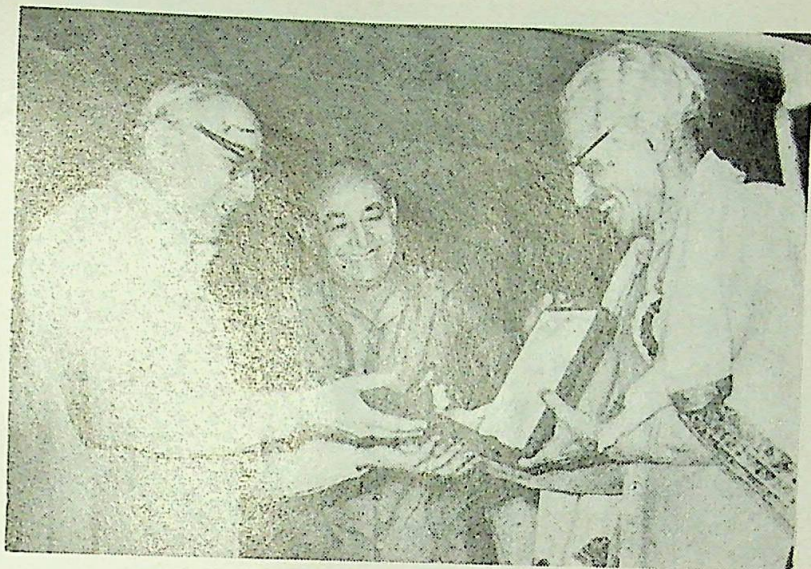
ہریانہ اردو اکادمی کی طرف سے مجموعی ادبی خدمات کے لیے ایوارڈ منعقدہ ۹ راگست ۱۹۸۶ء
جسے جناب سید مظفر حسین برنی گورنر ہریانہ ساحر صاحب کو پیش کر رہے ہیں، درمیان
میں اکادمی کے صدر جناب کے ایل پوسوال کھڑے ہیں۔

(نیچے) گھر میں محوِ مطالعہ (پیچھے میز پر مختلف ادبی اداروں کی پیش کردہ ٹرافیاں رکھی ہیں)

ساحر صاحب سے میری اولین ملاقات حضرت جوش ملیح آبادی کے توسط سے ہوئی۔ جوش صاحب کی بدولت ہی میں دہلی کے بیشتر شعرا اور ادیبوں سے متعارف ہوا، یا پھر کنور مہندر سنگھ بیدی کی وجہ سے۔ ساحر صاحب، ان دونوں کے مقربینِ خاص میں سے ہیں۔ جوش صاحب ان کی ذہانت اور شرافت دونوں کے بے حد قایل تھے۔ میں نے ان کے ایما پر ہی ۱۹۵۱ء میں پہلے جشنِ جمہوریت کی تقریبات کا سکریٹری انھیں مقرر کیا اور اس طرح مجھے ساحر صاحب کو اور نزدیک سے جاننے کا موقعہ حاصل ہوا۔ اس کے بعد پہلا انڈو پاک مشاعرہ جو چیمسفورڈ کلب نئی دہلی میں منعقد ہوا، اس کے منتظمِ خاص بھی یہی تھے۔ میں ان کی انتظامی قابلیت، ذاتی شرافت اور حسنِ اخلاق کا دن بدن گرویدہ ہوتا گیا۔

اتنے اچھے شاعر اور انسان کو "ممتاز الشعرا" کا خطاب دیا جانا، واقعی قابلِ تحسین ہے۔ میں انھیں دلی مبارک پیش کرتا ہوں۔

—— شنکر پرشاد

(ریٹائرڈ آئی سی ایس سابق چیف کمشنر، دہلی)

ساحر ہوشیارپوری سے میری ملاقات کم و بیش پچاس برس پرانی ہے۔ کشمیر میں میرے عزیز دوست اور اُردو ادب کے رسیا ڈی۔ پی۔ در صاحب کی وساطت سے شناسائی ہوئی اور پھر ساحر کی ساحرانہ شخصیت، اُردو ادب سے اُن کی گہری وابستگی، اُن کا حسنِ خلق، اُن کی دوست داری اور شعر نوازی نے اس شناسائی کو دوستی میں تبدیل کر دیا۔ ان پانچ دہائیوں میں اُن کے ذوقِ شعری نے بلندیوں کا مسلسل سفر طے کیا ہے اور ہمیں اچھے ادب پارے دیے ہیں۔ ساحر اُن چند ہستیوں میں ہیں جو آج بھی غزل کے روایتی عناصر کو جدید ترین رجحانات میں خوبصورتی سے سمو کر ہمیں حسین

تازگی اور دل آویز نغمگی سے روشناس کراتے رہتے ہیں۔ انھیں فن اور زبان پر قدرت حاصل ہے اور وہ غزل کے سچّے مزاج داں ہیں۔ اُن کی ۷۵ ویں سالگرہ پر میں دِلی مسرّت کے ساتھ مبارک باد پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ خدا کرے آپ لوگ اُس وقت ایک اور بڑا جشن منعقد کریں جب وہ صدی پوری کر کے دوسری صدی میں قدم رکھیں۔ اس دُعا میں گزرے ہوئے دنوں کی طرف سے پُر زور آمین شامل ہے۔

—— علی جوّاد زیدی

●

جناب ساحر ہوشیار پوری صاحب کی ۷۵ ویں سالگرہ پر ان کی ۷۵ سالہ ادبی خدمات کے اعتراف میں "ممتازُ الشّعرا" کا جو خطاب ساہتیہ منچ پیش کر رہی ہے، اس سے بڑی خوشی ہوئی۔ ساحر صاحب جانے پہچانے شاعر ہیں اور اکثر مشاعروں کی وہ رونق ہوتے ہیں اور اُن کے بہت سے اشعار دل پر بھی اثر کرتے ہیں۔ دُعا ہے کہ ساحر صاحب مزید ادبی خدمات کے لیے صحت و عافیت سے رہیں اور ۱۱ فروری کی تقریبات حُسن و خوبی سے پوری ہوں۔

—— (حکیم حاجی) عبدالحمید

●

ساحر ہوشیار پوری ایک اچھے انسان، اچھے دوست اور اچھے شاعر ہیں۔ تقریباً ۷۰ سال سے وہ شعر و ادب کی خدمت کر رہے ہیں۔ اُن کی ادبی خدمات کے اعتراف میں اُن کے دوست اور مدّاح انھیں "ممتازُ الشّعرا" کے خطاب سے نواز رہے ہیں جس کے لیے میں انھیں مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

—— غلام ربانی تاباں

●

مجھے یہ سن کر دلی مسرّت ہوئی کہ نذرِ ساحر کمیٹی ملک کے ہر دل عزیز اور

معجز بیانی شاعر حضرت ساحر ہوشیار پوری کی ۷۵ ویں سالگرہ ۱۱ فروری کو بڑے اہتمام کے ساتھ اعلیٰ پیمانے پر منا رہی ہے۔ اور اُن کی ادبی خدمات اور معجز بیانی کے اعتراف میں ان کو "ممتازُ الشعرا" کا خطاب پیش کر رہی ہے۔ میں اس مبارک موقعہ پر اپنی نیک خواہشات پیش کرتا ہوں۔ اور اپنے ہر دل عزیز شاعر کی صحت و سلامتی کے لیے دست بہ دُعا ہوں۔

——— ویاس دیو مصرا
(سابق چیف جسٹس، ہماچل

●

جنابِ ساحر ہوشیار پوری ملک کے ان عظیم شاعروں میں سے ہیں جن کو اُردو ادب اور شاعری کی تاریخ کبھی فراموش نہیں کرے گی۔ ساحر صاحب کی ۷۵ ویں سالگرہ کے موقعہ پر ندرِ ساحر کمیٹی کی طرف سے ۱۱ فروری کو منایا جانے والا جشن اور ان کو "ممتازُ الشعرا" کے خطاب سے نوازا جانا اصل میں اُردو شاعری کی قدر افزائی اور جنابِ ساحر کی خدماتِ جلیلہ کا اعتراف ہے۔ میں اس مبارک موقعہ پر کمیٹی کے ارکان اور جناب ساحر کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں خدا کرے ساحر ہمارے درمیان تا دیر زندہ سلامت اور صحت مند رہیں۔

——— انور علی دہلوی
ممبر میٹروپولیٹن کونسل دہلی

●

مقام مسرت ہے کہ ساہتیہ منچ جالندھر ممتاز و بزرگ شاعر جنابِ ساحر ہوشیار پوری کو ان کی ۷۵ ویں سالگرہ کے موقع پر "ممتازُ الشعرا" کا خطاب پیش کر رہا ہے۔ ساحر صاحب ایک مدت سے اپنے علم و فضل اور فکر و فن کے لحاظ سے صفِ اوّل کے شعرا میں ایک امتیازی حیثیت کے مالک ہیں۔ اب یہ خطاب پیش کر کے اہلِ نظر نے واقعی اپنا فرض ادا کیا ہے۔

میری طرف سے صحت و درازیِ عمر کی دعاؤں کے ساتھ مبارک باد۔

——اعجاز وارثی (سنبھلی)

ساحر ہوشیار پوری ایک خلوص کا نام ہے جس کی خوشبو سے میں عرصہ اڑتیس سال سے سرشار ہوں۔ اور کبھی کبھی یہ سوچ کر بڑی حیرت ہوتی ہے کہ کتنے لوگ میرا ساتھ چھوڑ گئے لیکن ساحر صاحب کے ساتھ محبت میں ذرا سی بھی کمی نہیں آئی۔ اس میں میرے اوصاف کو ذرا سا بھی دخل نہیں ہے کہ میں خوب جانتا ہوں کہ میں درحقیقت کیا ہوں۔ یہ سب اسی فرشتۂ وفا کا فیض ہے جس کے چہرے پر میں نے ہمیشہ مُسکراہٹ اور نرمی ہی دیکھی ہے۔

سنہ ۱۹۴۹ء میں پہلی ملاقات ان سے کان پور میں ہوئی جب وہ وہاں سے نریش کمار شاد کے ساتھ مل کر چندن جیسا اعلیٰ معیار کا ادبی جریدہ نکالتے تھے۔ ایک روز ان کے یہاں مہمان بھی رہا تھا۔ پھر دہلی میں ان کے مکان پل بنگش پر کئی مُلاقاتیں ہوئیں۔ جب انھوں نے لاجپت مارکیٹ میں روپ پبلشرز کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا تو وہاں بھی بارہا ملاقاتیں ہوئیں۔ ان کے ساتھ دوستی کے علاوہ وہ رشتہ بھی قائم ہوا جو ناشر و ادیب کے درمیان ہوتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ رشتہ ساس بہو والا ثابت نہیں ہوا جو ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ چھیننے کے لیے کوشاں رہتی ہیں۔ اس کے بعد انہیں لکھنؤ، فیروز پور، دہلی وغیرہ کئی شہروں کے مشاعروں میں دیکھا اور سُنا۔ اور اس طرح ایک شاعرِ جمال و جلال کو ہزاروں سامعین سے داد وصول کرتے ہوئے دیکھا اور جی بے حد خوش ہوا۔ میں نے سنہ ۱۹۷۳ء اور سنہ ۱۹۸۱ء میں لکھنؤ میں اُردو کی حمایت میں دو آل انڈیا غیر مسلم اُردو مصنفین کانفرنسیں منعقد کرائیں۔ ساحر صاحب نے نہ صرف بھرپور تعاون دیا بلکہ بہ نفسِ نفیس کانفرنس میں شریک ہو کر اس کی کارروائیوں میں بھی سرگرمی سے حصّہ لیتے رہے۔ اس طرح انھوں نے اُردو کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو کرشن چندر، گوپی چند نارنگ، آل احمد سرور،

کا انفرادی ہونا لازمات سے ہے۔ سچی اور صحت مند انفرادیت اپنی جگہ خود ایک اجتماعی حقیقت ہے یہ انفرادیت نما اجتماعی حقیقت یوں تو کچھ نہ کچھ ہر حقیقی شاعر کے کلام میں جلوہ گر نظر آتی ہے لیکن دورِ حاضر میں اس کی برق پاش تجلّیاں ممتاز الشعرا حضرت ساحر ہوشیارپوری کے کلام فصاحت نظام میں نمایاں طور پر جنّت نظارہ معلوم ہوتی ہیں۔

ساحر صاحب کا اصلی جوہر انفرادیت یا شخصیت ہے انھوں نے انسان کے عامۃُ الورود جذبات و افکار کی ترجمانی اس دلنشیں اسلوب سے کی ہے کہ ہر سامع اور قاری کے اندر یہ احساس بیدار ہو جاتا ہے کہ یہ تو اس کے دل کی باتیں ہیں اور یہی سچی غزلیت یا مزماریت ہے کہ سامع یا قاری کو یہ زحمت نہ اٹھانی پڑے کہ وہ تخیّل کے زور سے اپنے آپ کو شاعر کے مقام پرواز تک پہنچائے بلکہ یہ خیال اس کے ذہن نشین کر دیا جائے کہ خود شاعر پہلے ہی سے ہر سامع اور ہر قاری کی صورتِ حال سے آشنا ہے۔ ایک طرف ان کی زبان یہ شان رکھتی ہے کہ ہر لفظ پر زبانِ داغ کی منہ بولتی تصویر نظر آتی ہے۔ دوسری طرف بیان کا یہ کرشمہ کہ ان کا ہر مصرع سحر سامری بن کر سامعین کو والا و شیدا کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ساحر صاحب کا نیا اسلوب بیان۔ انوکھی طرزِ ادا۔ فلسفیانہ انداز بیان۔ نفسیاتی نکتہ رسی۔ مشاہداتی ژرف نگاہی۔ وارداتِ قلبی کی صحیح عکاسی۔ جذبہ و فکر کا صحیح امتزاج۔ جمالیاتی تحلیل و تجزیہ۔ لب و لہجہ کی انفرادیت۔ چستی و برجستگی۔ تراکیب معنی آفرینی۔ بندش کی شگفتگی و شادابی۔ سرسبز اور خوشگوار زمینوں کی تلاش۔ اچھوتی اور برمحل ردیفیں۔ درستیِ قوافی۔ صحتِ محاورہ وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جنھیں دیکھ کر مطالعہ کرنے والا سراپا حیرت و استعجاب بن کر ایک نئی دنیا میں پہنچ جاتا ہے۔ ان کا فنی شعور۔ علمی تبحر۔ لسانی تجسّس۔ صالح تغزل اور شعری رکھ رکھاؤ ثابت کرتا ہے کہ ان کے تغزّل کی بنا غور اور معصوم حسن پر رکھی گئی ہے۔ ان کے بلند اور لطیف محاکات انسان کی روح میں کیف و تسکین کی موج پیدا کر دیتے ہیں۔ اس عالم میں نذرِ ساحر کمیٹی کا یہ اقدام انتہائی مستحسن ہے کہ وہ جناب ساحر صاحب کی ادبی خدمات کے زیر اثر انھیں

کنور مہندر سنگھ بیدی، سردار جعفری، محمد حسن، ظ انصاری، مجروح سلطانپوری، ساحر لدھیانوی، رگھوپتی سہائے فراق، آنند نارائن ملاّ، پروفیسر گیان چند، پروفیسر جگن ناتھ آزاد، شمس الرحمان فاروقی، بالمکند عرش ملسیانی، جمنا داس اختر، کرشن موہن وغیرہ سینکڑوں ادیبوں اور شاعروں کے ساتھ سہارا دینے کی بھرپور کوشش کی اگرچہ اُتر پردیش میں اُردو کا مسئلہ ہنوز تشنۂ تکمیل ہے۔ اور اب دوسرے بے شمار اہل قلم کی طرح ساحر ہوشیار پوری کو بھی ایک تکلیف دہ بڑھاپے کی منزل میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ وہ اب ۷۵ سال پورے کر رہے ہیں۔ جس زبان کے وہ اتنے بڑے شاعر ہیں، وہ زبان ابھی جمہوری انصاف کی طالب ہے۔

اب تو ان کی درازیِ عمر اور صحت کی دعا کے ساتھ ساتھ یہ بھی چاہتا ہوں کہ اُردو کو اُس کا صحیح مقام ساحر صاحب کی زندگی میں مل جائے تو اچھا ہے۔ آمین۔

—— رام لال

●

مرزا صائب فرماتے ہیں ؎

آں کہ اوّل شعر گفت آدم صفی اللہ بود　　　طبعِ موزوں حجتِ فرزندیِ آدم بود

یہاں جو دعویٰ کیا گیا ہے وہ اپنی جگہ ناقابلِ تردید ہے کہ "طبع موزوں اور شاعری" فرزندیِ آدم کی علامتیں ہیں اور اس دعویٰ کے ماتحت یہ بات کامل وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ شاعری ایک فطری اور وہبی جذبہ ہے جو ازل ہی سے خالقِ کون و مکاں نے فرزندِ آدم کو عطا فرمایا ہے۔ اس ضمن میں جو حکم شاعروں کی نسبت لگایا گیا ہے۔ وہ انسان کے تمام جمالیاتی تجربات و اکتسابات پر صادق آتا ہے اور یہ پتہ دیتا ہے کہ انسان میں کس طرح جمالیاتی شعور کی تخلیق ہوئی اور یہ شعور کیوں کر ترقی پذیر رہا۔ بہر کیف دنیا میں شاعری کی جتنی تعریفیں علما نے کی ہیں ان کا ماحصل یہی ہے کہ جذباتی ماہیت و موسیقیت کا نام شاعری ہے۔ اور یہ دونوں داخلی حقائق ہیں۔ گویا شاعری کی ترکیب میں جو عناصر غالب ہیں وہ داخلی ہیں اور جو چیز　　داخل ہو گئی اس

ممتاز الشعرا کے خطاب سے سرفراز کر رہی ہے۔ یہ اس کی ذوقِ نظر، حسنِ انتخاب، شعر فہمی، ادب نوازی اور شاعر دوستی کی دلیل ہے۔ دُعا ہے کہ خدائے بزرگ و برتر ساحر کو اس سے بھی عالی مراتب پر فائز کرے۔ آمین۔ فقط

خاک نشین

—— رتن پنڈوروی

●

میرے خیال سے ساحر صاحب کے بارے میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانا ہے اردو شعر و ادب کا ذکر ہو اور ساحر کا نام نہ آئے غیر ممکن ہے۔ انھوں نے بغیر کسی انعام و اکرام جس بے لوث جذبے سے اُردو کی خدمت کی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے یہ میرے لیے باعثِ فخر ہے کہ میں ساحر صاحب پر چند جملے تحریر کر رہا ہوں۔

—— جاوید وششٹ

سکریٹری۔ ہریانہ اردو اکادمی (فرید آباد)

●

"یہ جان کر دلی مسرت ہوئی کہ میرے محترم دوست ساحر ہوشیار پوری صاحب کو اُن کی ۵۰ سالہ ادبی خدمات کے اعتراف میں "ممتاز الشعرا" کے خطاب سے نوازا جا رہا ہے۔ میں اپنے گذشتہ چالیس سالہ پُرخلوص تعلقات کی بنا پر وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ میرا دوست ہر لحاظ سے اس خطاب کا حقدار ہے سچ تو یہ ہے کہ اُس کی ذات اور اس کا کلام عوام کے دلوں پر راج کرتا ہے۔ یہ عوام کا ہی خلوص و پیار کا صدقہ ہے اور اُن ہی کے جذبات کا آئینہ دار ہے جس نے اُن کے لیے اس موزوں خطاب کا انتخاب کیا۔

میری دُعا ہے کہ میرا دوست اور بھی پھُولے پھلے اور مزید کامیابیاں اُس
کے قدم چومیں۔

——— ستیش بترا

●

تقسیم کے بعد جن شاعروں۔ ادیبوں اور قلم کاروں سے میرے تعلقات اُستوار ہوئے ان میں ساحر ہوشیارپوری کا نام سرِ فہرست ہے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے ان دنوں ساحر صاحب اپنے تخلص کے ساتھ رام پرکاش بھی لکھا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ اصلی نام گم ہوگیا اور صرف تخلص رہ گیا اور وہی ان کی پہچان بن گیا۔

نریش کمار شاد اور ساحر ہوشیارپوری نے کانپور سے ایک ماہنامہ 'چندن' نکالنا شروع کیا تھا۔ نہایت خوبصورت پرچہ تھا۔ اس کے سالنامے کے لیے دونوں کا ایک مشترکہ خط ملا کہ میں افسانہ بھیجوں اور تصویر بھی۔ ساحر ہوشیارپوری کا میرے نام یہ پہلا خط تھا۔ جو بات مجھے اچھی لگی وہ ساحر صاحب کا ہینڈ رائٹنگ تھا۔ لگتا ہے انھوں نے ہوش سنبھالتے ہی اپنے ہینڈ رائیٹنگ پر محنت شروع کر دی تھی۔ اگر وہ بھی میری ہی طرح رہتے تو اپنے خط پڑھوانے کے لیے دوسروں کی مدد حاصل کرنا پڑتی۔ فکر تونسوی کے خط پڑھوانے کے لیے مجھے ایسا ہی کرنا پڑتا ہے۔ میرے خط پڑھنے کے لیے شاید ساحر صاحب کو بھی ایسا ہی کرنا پڑتا ہوگا۔ کم سے کم کنور مہندر سنگھ بیدی کا میرے بارے میں یہی خیال ہے۔ ہینڈ رائیٹنگ ایکسپرٹس کے مطابق اچھا ہینڈ رائیٹنگ کسی کے خوبصورت مزاج، رکھ رکھاؤ اور سلیقے کی عکاسی کرتا ہے۔ چند ہی ملاقاتوں میں مجھے معلوم ہوگیا کہ ساحر ہوشیارپوری ایک نہایت ہی پُرخلوص، کلچرڈ اور نفیس انسان ہیں اور ان کی دوستی پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔

"ساہتیہ منچ" جالندھر ساحر صاحب کو ان کی ستاون سالہ ادبی خدمات کے اعتراف میں 'ممتاز الشعرا' کا خطاب پیش کر رہا ہے رنہ کہ کر رہی ہے۔ ویسے ساحر صاحب ذکر رہی ہے'

کو ہی پسند کریں گے، ساحر صاحب کے دوستوں اور اردو کے چاہنے والوں کے لیے یہ ایک بہت ہی قابلِ فخر بات ہے۔ ذاتی طور پر میرا خیال ہے کہ اس قسم کے خطاب کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتے۔ یہ ایسے نسخے ہیں جن کے ساتھ ترکیبِ استعمال نہیں ہوتی۔ چنانچہ ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ ساحر صاحب کو اس خطاب سے کوئی خاص فرق پڑنے والا نہیں البتہ "ساہتیہ منچ" کو اپنا فرض پورا کرنے کا ایک خوشگوار موقع ضرور مل گیا ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ ساحر صاحب نے لگ بھگ اٹھارہ سال کی عمر میں شاعری کا آغاز کیا ہوگا۔ اس عمر میں تو ہر نوجوان شاعر ہوتا ہے۔ وہ عشق بھی کرتا ہے اور شاعری بھی کرتا ہے اگرچہ اس زمانے میں اسے مصرعوں کی بحر اور اوزان کے بارے میں زیادہ گیان نہیں ہوتا۔ وقت کے ساتھ ساتھ عشق بھی ختم ہوجاتا ہے اور شاعری بھی۔ بہت ہی کم ایسے سخت جان لوگ ہوتے ہیں جو ۷۵ سال تک عشق بھی فرماتے ہیں اور شاعری بھی۔ ساحر صاحب ماشاء اللہ دونوں میدانوں تک جھنڈے گاڑے ہوتے ہیں۔

۷۵ برس کی عمر میں آدمی یا تو سی نِک ہو جاتا ہے یہ سینائل بن جاتا ہے یا پھر فلسفی ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور اگر شاعری کرتا بھی ہے تو صرف دہراتا ہے اپنے آپ کو۔ اس کے شعروں میں تھکن اور ریسنگ نیشن کے آثار نظر آنے لگتے ہیں۔ لیکن ساحر ہوشیارپوری کی شاعری ان کے مزاج کی طرح اب بھی جوان ہے۔ ان کی بزرگی نے ان کی شاعری کو بزرگ نہیں بننے دیا۔ وہ اب بھی بڑے ہی جوان، شاداب، نازک اور خوبصورت شعر کہتے ہیں۔ مجھے شعر کم یاد رہتے ہیں اس لیے کوٹ نہیں کرسکتا۔ صرف ایک ہی شعر پہ اکتفا کرتا ہوں۔ یہ شعر پڑھ کر آپ کو ساحر ہوشیارپوری کے اس سے بھی کہیں زیادہ جواں اور خوبصورت اشعار یاد آجائیں گے:

شام کو بادہ کشی شب کو تری یاد کا جشن
مسئلہ یہ ہے کہ دن کیسے گذارا جائے

بیگم ممتاز مرزا کے سرکلر لیٹر کے مطابق ساحر ہوشیارپوری ۷۵ برس کے

ہو رہے ہیں۔ آپ ان کی بات پر بھلے ہی یقین کر لیجیے میں یقین نہیں کروں گا۔ عورتوں پر عمر کے معاملے میں ویسے بھی کم ہی یقین آتا ہے مجھے۔

——کشمیری لال ذاکر
چیرمین چنڈی گڑھ ساہتیہ اکادمی
چنڈی گڑھ

●

ساحر ہوشیارپوری نے داغ دہلوی اور جوش ملسیانی کے رنگ میں دادِ سخن دی ہے۔ اس رنگِ سخن میں اُن کے کلام کا اعجاز و امتیاز جو اُن کے رندانہ اور عاشقانہ اندازِ فکر کا غماز ہے اُن کے احترامِ روایت کا جواز ہے۔ اُن کی غزلوں کی تازگی اور شگفتگی اُردو شاعری کے لیے سرمایۂ ناز ہے۔ ساحر صاحب واقعی ممتاز الشعرا ہیں۔ اُن کی ۷۵ ویں سالگرہ پر ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔ ایشور اُن کو عمرِ دراز عطا کرے۔

——کرشن موہن

●

ساہتیہ منچ، جالندھر، اور نذرِ ساحر کمیٹی دلی قابلِ مبارک باد ہیں، جنہوں نے اُردو کے برگزیدہ شاعر جناب رام پرکاش ساحر ہوشیارپوری کی ۷۵ ویں سالگرہ کے موقع پر "ممتاز الشعرا" کا خطاب پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

ساحر صاحب کی نصف صدی سے زائد خدماتِ اردو ہیں۔ وہ ایک ادیب شاعر اور ممتاز صحافی ہیں۔ ان کے لیے یادنامہ بلکہ مکمل کتاب مُرتّب کرنا بھی ناکافی ہے مجھے فخر ہے کہ میں ان کے معاصرین میں اور قریبی دوستوں میں ایک اقرب رفیقِ کار رہا ہوں۔ ۱۹۴۷ء سے بالعموم، اور ۱۹۴۹ء سے بالخصوص، تقریباً چالیس سال ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ کام بھی کیے، انجمن سازی بھی کی، جشن، مشاعرے اور کانفرنسیں بھی بپا کیں اور متعدد تقاریب اور تحریکات میں جماعتی، تنظیمی اور اُردو

کے لیے تبلیغی اقدامات میں شانہ بہ شانہ اور دوش بہ دوش، ہم قدم و ہم قلم کی حیثیت سے ساتھ گذاری ہے۔ انجمن تعمیر اُردو۔ اُردو سبھا۔ ادبی سبھا۔ انجمنِ فروغِ اُردو۔ انجمن بہار اردو، اور انجمن عروجِ ادب دابتداً، دتّی کے جلسہ، ادبی و تنقیدی نشستیں۔ یومِ آزادی۔ یومِ جمہوریت۔ یومِ اقبال۔ یومِ داغ۔ یومِ چکبست۔ یومِ غالب، یومِ مطالبات اُردو، اور سب سے اہم چار روزہ ۱۹۵۰ء کا لال قلعہ میں پہلا جشنِ جمہوریت، ہم نے مل کر مشترکہ و متحدہ خدمتِ زبان و ادب سمجھ کر کنور مہندر سنگھ بیدی سحرؔ اور شری گوپی ناتھ امنؔ وجناب میر مشتاق احمد، ایک ساتھ منعقد کیے۔ دتّی میں ۳۹ سال اردو کے لیے جہاد اور تمام ہندوستان میں آل انڈیا مشاعروں میں دن رات کی سینکڑوں مرتبہ ہمسفری و ہمنوائی اب ایک تاریخی و یادگار واقعہ بلکہ افسانے بن چکے ہیں۔ ہمدرد دواخانے کے مشاعرے، وزارتِ داخلہ کے مشاعرے۔ چیمسفورڈ کلب کے مشاعرے۔ دتّی کلاتھ ملز کے مشاعرے اور انجمن تعمیر اردو کے مشاعرے اور کانفرنسیں، ہمیشہ مل جل کر ہی بپا کیے۔

دتّی۔ میرٹھ۔ رُڑکی۔ لکھنؤ۔ کانپور۔ انبالہ۔ چنڈی گڑھ۔ امرتسر۔ کشمیر۔ رتلام۔ اندور۔ اجین۔ مھو۔ بلاسپور۔ بھاگلپور۔ سولن۔ جے پور۔ بنگلور۔ بمبئی۔ کلکتہ اور نہ جانے کہاں کہاں زندگی زبان و ادب اور شعر و سخن کے سلسلے میں ساتھ لیے پھری ہے۔

ساحرؔ ایک پیارے دوست۔ شاداب و شگفتہ انسان۔ عظیم و وفاکیش عاشق۔ رندِ پارسا۔ صاحبِ کمال شاعر اور مدیر و صحافی ہیں۔ زبان کی بے ساختگی، صفائی، روانی، فصاحت اور روزمرہ، ابوالفصاحت چچا استاد پنڈت لبھو رام جوش ملسیانی آنجہانی کے فیض و برکات سے ورثہ میں پائی اور داغ سکول کی تمام تر خوبیوں کو اپنے کلام میں سمو لیا۔ میں تو انہیں جوش ملسیانی صاحب کا جانشین مانتا ہوں

میکدے میں بھی آ کبھی واعظ
ایک دُنیا یہاں بھی بستی ہے
چڑھتے سورج کو پُوجنے والو
ہر بلندی میں رازِ پستی ہے

(ساحرؔ)

یہ اشعار دلّی اور لکھنؤ کے داغؔ۔ امیرؔ۔ حالیؔ۔ آزادؔ۔ جلالؔ۔ جلیلؔ۔ سکول کے کسی اہلِ زبان، فصیح العصر و ممتاز شاعر اور استاد سے دھیمے نہیں ہیں۔ ساحرؔ کئی مجموعوں کے مصنف بھی ہیں اور ان کی تحقیقات بڑے بڑے "چھادری" ناقدین سے خراجِ تحسین وصول کر چکی ہیں۔ انہیں متعدد افتخار، اعزاز۔ ایوارڈ۔ انعامات۔ اور خطابات پیش کیے جا چکے ہیں۔

وہ زبان کا کلاسیکل رچاؤ، ہند و ایران (انڈو مغل) ٹھیٹھ اردو فارسی کا پاکیزہ مذاقِ سخن رکھتے ہیں۔ زبان کی چاشنی کے علاوہ مضامین کا تنوع، تخیلِ بلند اور اعلیٰ فکر و طرز کے حامل، محاورہ اور روزمرہ پر قادر، استعارات اور صنائع و بدائع سے کھیلنے والے اخرّل و تعشق کے علاوہ زندگی کے اہم مسائل کو اس طرح ادب میں آمیز کر کے پیش کرتے ہیں کہ غمِ جاناں، غمِ دوراں، ادب برائے ادب اور ادب برائے زندگی کی تمام سرحدیں اور بحثیں ختم ہو جاتی ہیں۔ قدیم و جدید کی جو حلاوت ان کے یہاں آمیز ہے وہ بیک وقت انہیں صحت مند، ترقی یافتہ، جدید ترین کلاسیکل شاعر بناتی ہے۔

آج کشمیر سے بنگلور اور بمبئی سے کلکتہ تک ہی نہیں بلکہ برِّ صغیرِ ہند و پاک میں جہاں جہاں اُردو زبان و ادب کا چلن اور مذاق ہے اور جہاں جہاں شائستہ اردو شعر و سخن کو سمجھا، پرکھا اور برتا جاتا ہے، ساحرؔ وہاں وہاں اپنا سحر جگا چکے ہیں۔ وہ ادب و تہذیب کے مخصوص نمونہ ہیں جس پر مشترکہ تہذیب و تمدّن، اور ہند و مسلم اتحاد کو بجا طور پر فخر و ناز ہو سکتا ہے۔ اُن میں بہ یک وقت اردو، ہندی، پنجابی، فارسی اور انگریزی سے استفادہ، اور دلّی، یوپی، پنجاب (بلکہ اب تو ہریانہ و ہماچل الگ لکھنا پڑے گا) اور جملہ اُردو کے پرانے اور نئے مراکز و مکتبِ سخن و مدرسۂ فکر کی وہ جھلک ملے گی جو جذب و ادغام اور ذہنی و لسانی و ادبی تموّج و طمطراق کے اتصال و تصادم کا نتیجہ ہی ہو سکتا ہے۔

اچھے انسان۔ اچھا گھر۔ اچھے استاد۔ اچھی شاعری اور اچھے رفیقوں کی معیت میں وہ ایک (DOYEN)، یعنی اردو کے "لاڈلے شہزادے" اور محبوب و مقبول

ادیب اور شاعر تسلیم کیے جا چکے ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ میں ان کی ۷۰ ویں سالگرہ میں بھی شریک تھا اور اب ۷۵ ویں سالگرہ کے جلسہ میں بھی شریک ہوں گا۔

——— ڈاکٹر اے ایم زتشی گلزار دہلوی

۱۸ر دسمبر ۸۶ء کا ارسال کردہ نوازش نامہ ملا۔ آپ فروری ۸۷ء میں حضرتِ ساحر ہوشیار پوری کی پذیرائی کر رہے ہیں، اُن کی ۷۵ ویں سالگرہ پر ادبی ایوارڈ دے کر اُن کی شاعری کی قدر و منزلت فرما رہے ہیں یہ بڑی خوشی کی بات ہے اور ساحر صاحب اس کے مستحق بھی ہیں۔ اس وقت شعر گوئی کے ساتھ ساتھ ساحر صاحب نقد و نظر میں بھی ممتاز ہیں جس کی ہم جیسے ادب کے طالب علموں کو بہت ضرورت ہے۔ ادبی تخلیق کے سلسلے میں اُن سے مشورہ کرنا ہر اعتبار سے مفید ہوتا ہے۔ وہ شعر کی نوک پلک کو بڑی گیرائی اور گہرائی سے دیکھتے ہیں۔ فن اور ندرتِ فن کی پرکھ میں وہ یکتا ہیں۔ مزاجاً بہت ہی مخلص اور محبت کرنے والے ہیں میں نے اُنھیں ہمیشہ اپنا بڑا بھائی سمجھا ہے اور وہ مجھ پر شفقت فرماتے ہیں۔ سب سے بڑی خوبی ان کی یہ ہے کہ وہ کبھی کسی کے حریف نہیں بنے۔ اُن کے مدح خواں لاتعداد ہیں مگر حریف ایک بھی نہیں ساحر صاحب ایک ممتاز شاعر تو ہیں ہی وہ ایک ممتاز انسان بھی ہیں۔

ساحر صاحب کے اعزازیہ کے لیے میری ہر طرح کی معاونت اور خدمات رہیں گی آپ حکم فرمائیں عزیز وارثی تعمیلِ حکم کرے گا

——— عزیز وارثی۔ ہمدرد دواخانہ

آج غزل کے پرانے مشق کاروں کو عام طور پر اُن کے یہاں تغزل کے باعث احترام سے سنا جاتا ہے۔ ایسا ہونا بھی چاہیے، تاہم ایسے واجب التعظیم

اساتذہ، جن کے یہاں ہمیں زندگی کی کھری اور سچّی وارداتیں بھی محسوس ہوتی ہیں۔ اُن کی طرف ہم بے اختیار کھنچ جاتے ہیں۔ ساحر ہوشیار پوری ایسے ہی اساتذہ میں سے ہیں۔ وہ بیک وقت اپنے فنّی اور وارداتی کمال کے باعث ہمیں اپنی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اُن کی اس خوبی کا ہمیں بار بار احساس ہوتا ہے کہ وہ محض اپنے مفاہیم ادا نہیں کر رہے، بلکہ اپنے ہر شعر کو جی جی کر رقم کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی شعری وارداتوں سے رابطہ ہونے پر ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمیں بھی پیش آ گئی ہیں۔

——— جوگندر پال

ساحر ہوشیار پوری صاحب میرے محترم دوست ہیں اور مجھے ایک عرصہ سے ان کا نیاز حاصل ہے، وہ نہایت عمدہ انسان نہایت اچھّے شاعر اور نہایت اچھّے دوست ہیں۔ مجھے علم ہے کہ ان کی زندگی مختلف مراحل سے گذری ہے اور انھوں نے زندگی کے ہر موڑ پر اپنی ذہانت اور شرافت سے لوگوں کو متاثر کیا ہے۔ چاہے ان کا آبائی پیشہ تجارت ہو، چاہے چندن، اور دوسرے رسائل کی ادارت اور چاہے مشاعروں کی تنظیم۔

بحیثیت شاعر میں ان کو استاد داغ کی زندہ یادگار سمجھتا ہوں وہ داغ کے مشہور شاگرد جوش ملسیانی کے شاگرد ہیں اور اس واسطے سے داغ کی فصاحت ان کے حصّہ میں آئی ہے۔ اور ساحر صاحب نے اپنے اس ورثہ کو اپنی فکرِ رسا سے نئی معنویت بخشی ہے۔

مجھے خوشی ہے کہ ان کی ادبی خدمات کا اعتراف "ممتازُ الشّعرا" جیسا ممتاز خطاب دے کر کیا جا رہا ہے۔

——— رفعت سروش

اُردو شعر و ادب کی دُنیا، جناب ساحرؔ ہوشیار پوری سے اُن کی منفرد ادبی شخصیت کی بدولت برسوں سے مُتعارف بھی ہے اور متاثر بھی۔!

استادِ جہاں داغؔ دہلوی کے خاندان سے وابستگی اور قبلہ جوشؔ ملسیانی مرحوم کی مُشفقانہ تربیت سے اُن کے کلام میں فنّی روایات کا التزام، زبان کا رکھ رکھاؤ، نیز مُحاورہ اور روزمرہ کا صحیح اور برمحل استعمال تو بدرجۂ اتم ملتا ہی ہے، اس کے علاوہ اُن کی شاعری موجودہ دور کے اُن فطری تقاضوں سے بھی مالا مال ہے، جن سے ہمارے یہاں کی غزل نے وسعت حاصل کی ہے۔

بلاشبہ جنابِ ساحرؔ ہوشیار پوری ایک بلند اور ممتاز شاعر ہیں، اور اُردو غزل کو جدید آہنگ و آواز عطا کرنے والے شعرا میں اُن کا نام سرِفہرست ہے۔

موصوف کو اس لحاظ سے بھی اُردو شاعروں کی صفِ انفرادیت حاصل ہے کہ اُن کے کلام میں سادگی اور پُرکاری کا ایک ایسا موثّر اور حسین سنگم دیکھنے کو ملتا ہے جو اور کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ اور یہی خوبی انہیں اپنے ہم عصروں دوسرے شعرا سے ممتاز بناتی ہے۔

ساحرؔ صاحب اُردو شعر و ادب کی ازحد لائقِ ستائش خدمات اور رہنمائی کے باعث یوپی، دہلی، پنجاب، ہریانہ اور ملک کے دیگر صوبجات کی اکادمیوں اور دیگر علمی و ادبی اداروں سے متعدد ایوارڈ اور اعزازات سے قبل بھی نوازے جاتے رہے ہیں۔ اب "ساہتیہ منچ" جالندھر کی طرف سے دہلی میں نذرِ ساحرؔ کمیٹی کی وساطت سے انہیں "ممتازُ الشّعرا" کا خطاب دے کر جو عزت دی جا رہی ہے۔ یقیناً وہ اس کے ہر طرح سے حقدار ہیں۔

میں اپنی اور انجمن ترقی اُردو ہریانہ اور اپنے صوبہ کے دیگر تمام اردو دوستوں کی طرف سے جہاں ساحرؔ ہوشیار پوری صاحب کی خدمت میں مبارک باد پیش کرتا ہوں، وہاں "ساہتیہ منچ، جالندھر اور "نذرِ ساحرؔ کمیٹی" دہلی کے معزز اراکین کے

صحیح اور مستحسن فیصلہ کا دل سے خیر مقدم کرتا ہوں۔

——— مہاویر پرشاد جین

صدر انجمن ترقیِ اُردو ہریانہ (سونی پت)

●

برادرِ محترم ساحرؔ ہوشیارپوری کی ۷۵ ویں سالگرہ کے موقعہ پر انھیں "ممتازُ الشعرا" کا خطاب پیش کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ ان کا کلام چغلی کھا رہا ہے کہ یہ کسی جوانِ رعنا کے محبت سے سرشار دل کی کیفیات کا آئینہ دار ہے۔

خدا کرے کہ ساحرؔ ہوشیارپوری کی ۱۰۰ ویں سالگرہ پر انھیں اکیسویں صدی کے "سلطان الشعرا" کا خطاب پیش کیے جانے پر ہم سب ہی خواہانِ ساحرؔ ہوشیارپوری انہیں مبارکباد پیش کریں۔ آمین۔

——— وِدّیا پرکاش سرورؔ تونسوی

ایڈیٹر شانِ ہند۔ نئی دہلی

●

جنابِ رام پرکاش ساحرؔ ہوشیارپوری کی ذاتِ گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ اُن کی ادبی خدمات سے کون واقف نہیں ہے۔ میں نے انہیں طالبِ علمی کے زمانے سے مشاعروں میں پڑھتے ہوئے سُنا ہے۔ اور تب ہی سے ان کی شخصیت اور شاعری کا مدّاح رہا ہوں۔

اُن کے کلام کی طرح اُن کی شخصیت بھی بے حد پیاری ہے۔ اُن کی دوست نواز فطرت کسی شرط کی قائل نہیں ہے۔ اپنے احباب کی مدد کے لیے وہ ہمیشہ تیار رہتے ہیں اُن کے سینے میں ایک دردمند دِل ہے۔ ان کا مندرجۂ ذیل شعر میرے خیال کی تائید کرتا ہے ؎

اُلفت ملی، خلوص ملا، دوستی ملی

ہر دل میں ہم کو اپنی ہی تصویر سی ملی

ابوالفصاحت قبلہ جوشؔ ملسیانی مرحوم کی شاگردی، سرپرستی اور تربیت نے اُن کے فنِ شعر کو جِلا بخشی ہے۔ جناب ساحرؔ صاحب کے کلام کے کئی مجموعے ہندی اور اُردو رسم الخط میں شائع ہو کر مقبولِ خواص و عوام ہو چکے ہیں۔ یوپی، پنجاب اور دوسرے صوبوں کی اُردو اکیڈمیوں نے انعامات سے نواز کر ساحرؔ صاحب کی ادبی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔

میں نے جہاں تک جانا ہے وہ یہ کہ وہ قدیم روایتی ادب کی پاسداری کا مناسب احترام کرتے ہوئے عصری تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگی اور جدید رجحانات کی پذیرائی کو تخلیقی صلاحیتوں کی نشو و نما کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔ فنّی اور لسانی قواعد و ضوابط کے پابند رہتے ہیں۔ غزل کے مزاج کو خوب سمجھتے ہیں۔ اُن کا سُلجھا ہوا مذاقِ سخن قابلِ ستائش ہے۔ میں اُن کی ۷۵ ویں سالگرہ کے مبارک موقع پر ایشور سے پرارتھنا کرتا ہوں کہ اُن کا سایہ ہم پر تا ابد قائم رہے اور وہ اپنے نگارشات سے اُردو ادب کو فروغ دیتے رہیں۔

—— جگدیش جین

برادرِ محترم جناب ساحرؔ ہوشیارپوری! تسلیم

پون صدی کے لمبے سفر کے بعد شاہراہِ حیات کے اس ۷۵ ویں سنگِ میل پر آپ کو یوں تازہ دم اور شگفتہ خاطر دیکھ کر انتہائی مسرت اور طمانیت کا احساس ہوا۔ میں سال گرہ کے اس مقدس موقع پر آپ کو تہِ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

زندگی صرف ان لوگوں کو اپنی برکات سے نوازتی ہے جو اس کی تقدیس کا احترام کرتے ہیں اور اسے صیدِ ہوس بنا کر اس کا استحصال کرنے کی سعی نہیں کرتے۔ آپ نے زندگی کا بیشتر حصّہ خدمتِ ادب کے لیے وقف کر کے نہ صرف اردو زبان و ادب کے تئیں اپنا فریضہ ادا کیا ہے بلکہ معاشرے کے لیے بھی سچائی اور انسانیت

کی راہیں ہموار کی ہیں۔

اچھائیوں کی طرف بڑھنے کی جد و جہد میں گذاری ہوئی قلندرانہ زندگی سب کے حصے میں نہیں آتی۔ اس لیے قابلِ رشک ہے آپ کی شخصیت، روشنی کے مینار کی طرح ہر طرف اجالے بکھیرتی چلی جاتی ہے جس کے فیض سے لوگوں کو راہِ راست کا گیان رہتا ہے۔

ہم دعا گو ہیں کہ یہ روشنی ہمیں دور تک راستہ دکھاتی رہے۔

وہ خوش کلام ہے ساحر کہ اس کے پاس ہمیں
طویل رہنا بھی لگتا ہے مختصر رہنا

—— ہیرانند سوز

●

میری جب ادبی شعور کی آنکھ کھلی تو جناب ساحر ہوشیارپوری اپنی شخصیت اور شاعری کی رنگینوں کے ساتھ افقِ ادب پر ایک تابندہ ستارے کی طرح چمک رہے تھے۔

بہت برسوں بعد اچانک وہ میرے غریب خانے پر "ادبی سنگم" کی نشست میں تشریف لائے۔ کلام سنا اور سنایا اور پھر کہیں روپوش ہو گئے۔ پتہ چلا کہ فریدآباد میں مستقل قیام کی فکر میں تشریف لائے تھے لیکن پھر دہلی جا بسے ہیں۔

کچھ سالوں بعد پھر فریدآباد آ ہی گئے تب سے اکثر ملاقات رہتی ہے۔ انسان دوست، ہنس مکھ اور دوست نوازی کے ساتھ ساتھ شعر بہت دل پسند کہتے ہیں لیکن ان کا تحت مترنم ہے اور سنتے ہی بنتی ہے۔

یہ ان کی شخصیت ہی ہے جس نے مجھ سے شاعری میں کچھ کہلوا لیا ہے:

حیرت ہوئی ہے حضرتِ ساحر سے جب ملے
کیسے نباہ کرتے ہیں صاحب ہنسی کے ساتھ
اچھا نصیب ان کو خدا نے عطا کیا
ہنسنا بھی جانتے ہیں، فنِ شاعری کے ساتھ

ویسے تو زندگانی ہر اک نے گزار لی
اندازِ زیست، زیست کے ماہر سے پوچھیے
ہنستے ہوئے ملے ہیں ہر اک حال میں ہمیں
جینے کا طور حضرتِ ساحر سے پوچھیے

——— اوم کرشن راحت

یہ معلوم کر کے انتہائی مسرت ہوئی کہ "ساہتیہ منچ" کی طرف سے اردو کے محترم اور بزرگ شاعر جناب ساحر کی ادبی خدمات کے اعتراف میں شاعرِ ممدوح کو "ممتاز الشعراء" کا خطاب پیش کیا جا رہا ہے اور اس سلسلہ میں نذرِ ساحر کمیٹی ایک تقریبِ اعترافِ خدمات بھی منعقد کر رہی ہے۔

یہ بڑی خوش آیند اور مسرت خیز بات ہے کہ اہلِ علم و دانش اور صاحبانِ دیدہ و دل اب اہلِ فکر و فن اور صاحبانِ علم و قلم کی ادبی اور قلمی خدمات کا اعتراف ان کی زندگی میں کرنے لگے ہیں اور "مُردہ پرستی" کی رسم آہستہ آہستہ ختم ہو رہی ہے۔ ورنہ "عہد آزادی" سے پہلے بڑے بڑے اربابِ علم و فن اور اہلِ کمال کی شہرت اور اعترافِ کمال کے لیے شاید مرحوم ہونا ضروری تھا۔

ہمارے بلکہ سارے ہم عصر مشاہیر شعرا داد باکے دوست جناب ساحر ہوشیار پوری ان خوش فکر اور خوش بخت شعرا میں ہیں جن کی خدمات کا اعتراف پہلے بھی بہت سے ادبی اور ثقافتی ادارے کبھی انعام اور ایوارڈ کے ذریعہ اور کبھی "جشنِ ساحر" اور "شامِ ساحر" منعقد کر کے اپنی علمی و ادبی قدردانی اور شعور و احساس کی پختگی کا ثبوت دے چکے ہیں۔

ایسا باکمال شاعر جس کی شعری تخلیقات کی عمر ستاون ۵۷ سال تک پہنچ چکی ہو اور جس کے فکر و فن اور جذبے کی سحر کاری مل جل کر اشعار کی جلوہ گری کا سامان مہیا

کر چکی ہو اور جس کے کلام کی مُعجزنمائی کی بڑے بڑے پیغمبرانِ سخن تصدیق کر چکے ہوں یقیناً اس کو "ممتازُالشّعرا" کے خطاب کا حق حاصل ہے۔ اس سلسلہ میں ساہتیہ منچ اور ناررِ ساحر کمیٹی بھی مبارکباد کی مستحق ہے کہ اس نے اس کارِ اہم کی طرف توجہ کی اور ساحر صاحب کو ممتازُالشّعرا کے خطاب کا اہل سمجھا۔

ساحر صاحب کے فکر و فن کی بلندی، ان کے شعور و احساس کی پختگی اور ان کے مشاہدات و تجربات کی بالیدگی نے نظم و غزل کا لباس زیبِ تن کر کے کتنے ہی صاحب فکر و نظر کے دلوں کو مسحور کر لیا ہے اور ساحر مشہور ہو گئے ہیں تاہم ان کی شخصیت کا ایک سحر آگیں پہلو ان کی انسان دوستی اور دوست نوازی ہے وہ صرف شعر و سخن کے رمز آشنا نہیں محبت و وفا کے پیغام سے بھی واقف ہیں۔ ان کا دل جس طرح دردِ سخنوری سے معمور ہے اسی طرح احترامِ انسانیت سے لبریز بھی ہے۔ وہ واقفِ اسرارِ شاعری بھی ہیں اور دانائے رموزِ دوستی بھی۔ مختصر یہ کہ وہ بہترین شاعر کے ساتھ بہترین انسان بھی ہیں۔

مجھے انتہائی مسرّت ہے کہ ساحر صاحب کی دوستی کا رشتہ ہمارے درمیان ۲۵ سال سے قائم ہے اور میں اپنے اس پیغام کے ساتھ گویا اپنی دوستی کی سلور جبلی منانے کے موقف میں ہوں جس کے لیے بیگم ممتاز مرزا کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے۔

ساحر صاحب کی پُرکشش اور ہشت پہلو شخصیت کے لیے مستقل مضمون کی ضرورت ہے، یہ پیغام تو گویا سمندر کو کوزہ میں بند کرنا ہے۔ جو ہر ایک کا کام نہیں۔ "کچھ اور چاہیئے وسعت مرے بیاں کے لیے"

—— وفا ملک پوری

سابق مدیر صبحِ نو

حضرتِ ساحر ہوشیارپوری بزرگوں کی روایات اور اُن کے فضل و کمال کے امین ہیں انھیں اکابرینِ ادب کی ہم نشینی کا شرف حاصل ہے۔ ان کی پُرکشش شخصیت

نے ماضی، حال اور استقبال کو ہم رشتہ اور ہم آہنگ کر دیا ہے۔ ساحر صاحب سے نئی نسل کے فنکاروں نے بھی اکتسابِ فکر کیا ہے۔ حضرتِ ساحر ہوشیارپوری نصف صدی سے اُردو زبان وادب اور اُردو تہذیب کی جو گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں اُس کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے وہ یقیناً "ممتازُ الشعرا" ہیں۔

"آل انڈیا ہندی اُردو سنگم لکھنؤ" ان کی فنی عظمت کا اعتراف "غزل ایوارڈ" پیش کر کے پہلے ہی کر چکا ہے۔

اس تقریبِ سعید کے موقع پر بھی نیک خواہشات اور تعاون پیش کرتا ہے میں حاضری کی پوری کوشش کروں گا۔

——— حیات وارثی

یہ امر اس عبدِ حقیر کے لیے باعثِ افتخار ہے کہ میرے اُستاذِ بسیار ارجمند و گرامی جناب ساحر ہوشیارپوری صاحب کو 'ممتازُ الشعرا' کا خطاب پیش کیا جا رہا ہے حقیقت میں وہ شروع ہی سے ممتازُ الشعرا تسلیم کیے جاتے تھے۔ اُردو کے اس کم علمی دور میں اس تقریب کا انعقاد ہر لحاظ سے مستحسن ہے۔ حضرت داغ دہلوی اور ابوالفصاحت قبلہ جوش ملسیانی صاحب مرحوم کے جانشین ہونے کے ناطے اُن کا شاعرانہ مرتبہ بہت بلند ہے جہاں تک رموز و نکاتِ سخن کا تعلق ہے میرے خیال میں ساحر صاحب کے معاصرین میں بہت کم لوگ ایسے ملیں گے جو قدیم و جدید رنگ کی شعر گوئی میں ایسی مہارتِ تامّہ رکھتے ہوں۔ میں چالیس سال سے انہیں بہت قریب سے جانتا ہوں اصلاح کا یہ انداز میرے لیے بے حد حیرت انگیز رہا ہے کہ ہم لوگ چلتے پھرتے اپنا کلام سناتے رہتے ہیں اور استادِ مکرم ارتجالاً مصرع دُہرا کر شعر کی معنویت اور اندازِ بیان کو زمین سے آسمان پر پہنچا دیتے ہیں۔ آج کل اگرچہ وہ فریدآباد میں مقیم ہیں لیکن اُن کی خوش نوائی کے چرچے دیارِ دلبراں میں

برابر سُنے جا سکتے ہیں۔

——— امرت لال عشرت

یہ جان کر بے اندازہ مسرت ہوئی کہ ساہتیہ منچ جالندھر کی طرف سے جناب ساحر ہوشیار پوری کو اُن کی نصف صدی سے زیادہ ادبی خدمات کے اعتراف میں "ممتازُ الشعرا" کا خطاب پیش کیا جا رہا ہے۔ ساحر صاحب اس خطاب کے بجا طور پر مستحق ہیں۔ وہ اُن شاعروں میں سے ہیں جنھوں نے اپنی کاوشوں سے چمنستانِ ادب کو قابلِ رشک رنگینیاں عطا کی ہیں۔ اک زمانہ اُن کی سحر طرازیوں کا معترف ہے۔ میری نظر میں وہ "جوش خاندان" کی آبرو ہیں۔ اُن کا مقام شاعری استادِ محترم ابو الفصاحت پدم شری قبلہ جوش ملسیانی مرحوم کے مرقومہ الذیل شعر سے متعین کیا جا سکتا ہے جو انھوں نے ساحر صاحب کی شاعری سے متعلق تقریباً چالیس برس پہلے فرمایا تھا ؎

اُن کے ہر شعر سے مسحُور رہے دِل
رام پرکاش کو ساحر کہیے

میں ساہتیہ منچ جالندھر کو اِس کارِ نیک کے لیے مبارک باد دیتا ہوں اور حضورِ یزداں میں دُعا کرتا ہوں کہ وہ ساحر صاحب کو طویل اور تندرست زندگی عطا کرے تاکہ وہ شمعِ ادب کی روشنی کو تیز سے تیز تر کرتے رہیں۔ آمین۔

——— جگر جالندھری

یہ جان کر بے حد مسرت ہوئی کہ قبلہ ساحر ہوشیار پوری صاحب کے ۷۵ ویں جنم دن پر انہیں "ممتازُ الشعرا" کا خطاب پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ اعزازت اور خطابات ساحر صاحب کا حق ہیں۔ خاندانِ جوش ملسیانی کے وہ سربراہ

ہیں لہٰذا راقم الحروف نے، جو خود بھی اس خاندان کا ایک ادنیٰ سا رکن ہونے کا
دعویدار ہے، یہ محسوس کیا ہے کہ اس عزت افزائی میں ہمارا بھی حصہ ہے اور
ہمارا سر فخر سے اونچا ہو گیا ہے۔ ساحر صاحب بطورِ شاعر اور بطورِ انسان ہر دو
نقطہ نظر سے عظیم ہیں۔ اُن کی عظمت کا اعتراف لفظوں میں کرنے سے معذور ہوں۔

——— آر ڈی شرما تاثیر
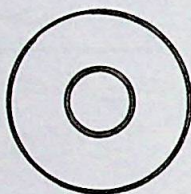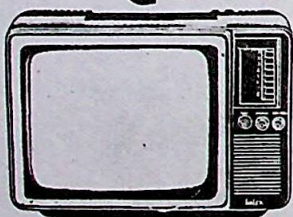
ساحر ہوشیارپوری

ایک نظر میں
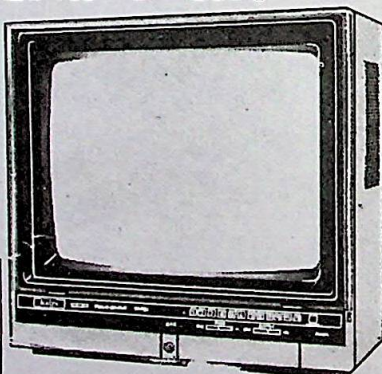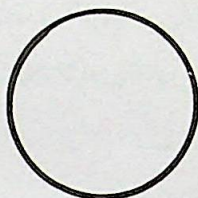
نام اور تخلص : رام پرکاش ساحرؔ

والد کا نام : جناب لکھی رام اوہری (مرحوم)

تلمیذ : حضرت لبھو رام جوش ملسیانی

وطن : ہوشیار پور (پنجاب)

تاریخِ ولادت : ۱۰ فروری ۱۹۱۳ء (۲۹ ماگھ ۱۹۶۹)

تعلیم : بی۔اے۔ فارسی آنرز۔ ۱۹۳۳

ایم۔اے۔ فارسی ۱۹۳۵۔ گورنمنٹ کالج لاہور

جنرل اطلاعات: سابق ریاست پٹیالہ کے شہزادوں کی اتالیقی ۳۶-۱۹۳۵

۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۷ء تک اپنے آبائی کاروبار کی دیکھ بھال کی جس کی شاخیں بمبئی، لاہور اور نگروٹہ (ہماچل) میں بھی تھیں۔ ۱۹۵۰ء میں دہلی میں سکونت اختیار کی اور پھر ۱۹۸۱ء میں مستقل طور پر فرید آباد (ہریانہ) میں منتقل ہو گئے

ادبی سرگرمیاں : مدیر، ماہنامہ کیلاش، ہوشیار پور، (۳۷-۱۹۳۶ء)

مدیر، ماہنامہ چندن، کان پور (۴۹-۱۹۴۸) مدیر، ماہنامہ ماہِ نو، دہلی (۶۸-۱۹۶۷)

سترہ برس کی عمر میں شعر کہنا شروع کیا اور اسی زمانے میں کئی تخلیقات گورنمنٹ کالج، لاہور کے مجلّہ 'راوی' میں شائع ہوئیں۔ اس کے علاوہ بھی پنجاب کے متعدد روزناموں اور

ہفت روزہ اخباروں میں غزلیں اشاعت پذیر ہوئیں۔ لیکن دراصل شہرت ملی
اپنی نظم 'استخر' سے جو لاہور کے موقر ترین ادبی رسالے 'ادبی دنیا' میں پورے
صفحے پر شائع ہوئی (۱۹۴۴ء) ، بزم گرامی، ہوشیار پور کے بانی سکریٹری (۴۷-۱۹۴۶ء)
نائب صدر، بزم ادب، بمبئی (۴۲-۱۹۴۱ء) سکریٹری، آرگنائزنگ کمیٹی، اولین جشنِ
جمہوریت ہند تقریبات، لال قلعہ دہلی (۱۹۵۰ء) پبلسٹی سکریٹری، آل انڈیا اُردو
کانفرنس، دہلی (۱۹۵۷ء) پراپیگنڈا سکریٹری، دتا تریہ کیفی صدی تقریبات کمیٹی،
دہلی (۱۹۶۶ء) چیئرمین، جشنِ سحر استقبالیہ کمیٹی، بزم شعر و نغمہ، بمبئی (۱۹۵۷ء)
صدر، انڈین فرینڈز سوسائٹی، دہلی (۱۹۷۴ء) سرپرست۔ آل انڈیا ہندی اُردو
سنگم، لکھنؤ (۱۹۷۴ء) وائس چیئرمین مجلس استقبالیہ، نہرو کلچرل ایسوسی ایشن
لکھنؤ (۱۹۷۵ء) نائب صدر، غیر مسلم اُردو رائٹرس کانفرنس، لکھنؤ (۱۹۷۳ء) صدر،
آرگنائزنگ کمیٹی، جشنِ عزیز وارثی، دہلی (۱۹۷۶ء) سکریٹری، جشنِ سالگرہ جوش
ملسیانی کمیٹی، دہلی (۱۹۷۷ء) سرپرست، اقبال صدی تقریبات کمیٹی، الہ آباد
(۱۹۷۸ء) سرپرست، آل انڈیا سمینار و مشاعرہ، الہ آباد (۱۹۷۹ء) سرپرست،
فانی بدایونی صدی تقریبات کمیٹی، الہ آباد (۱۹۸۱ء) وائس پریذیڈنٹ، آرگنائزنگ
کمیٹی کنور مہندر سنگھ بیدی سحر ڈائمنڈ جوبلی تقریبات، دہلی (۸۶-۱۹۸۵ء) صدر،
انجمن عروج ادب، دہلی، پریذیڈنٹ، انجمن ترقی اُردو (ہندی) فرید آباد (۱۹۸۵ء)
صدر، کاروانِ جوش، دہلی۔ بے شمار ادبی اور ثقافتی تقریبات کے انعقاد میں سرگرمی
سے حصہ لیتے رہے ہیں۔ ہندوستان اور پاکستان کے بیشتر سمیناروں اور مشاعروں
میں شرکت کی ہے۔ نصف صدی سے ہندو پاک کے معروف اور مقتدر ادبی
جریدوں میں نگارشات شائع ہو رہی ہیں۔ ہندوستان کے مختلف ریڈیو اور
ٹیلی وژن اسٹیشنوں سے ان کے پروگرام نشر ہوتے رہے ہیں۔

انعامات و اعزازات و تقریبات :-

— جشنِ ساحر۔ انجمن عروجِ ادب، دہلی نے نائب صدر جمہوریہ ہند جناب گوپال

سروپ پاٹھک کی زیر صدارت منعقد کیا۔ ۱۹۷۰ء

— شامِ ساحر۔ ہوشیار پور، ۱۹۷۰ء

— غزل ایوارڈ۔ آل انڈیا ہندی اردو سنگم، لکھنؤ، ۱۹۷۱ء

— وزارتِ تعلیم اور سماجی بہبود، حکومت ہند کی جانب سے شعر و نغمہ، (نظموں غزلوں اور رباعیوں کا مجموعہ) پر ۷۲-۱۹۷۱ء کا بہترین انعام۔

— اُردو شعر و ادب کے شائقین اور نامور شخصیتوں کے دستخط سے مزین نقرئی شیلڈ، غالب اکادمی، نئی دہلی۔ ۱۹۷۳ء

— اُردو غزل ایوارڈ۔ راشٹریہ ایکتا بھاشائی سنگھ، بسوان (یوپی)، ۱۹۷۴ء

— شامِ ساحر، زیر اہتمام انڈین کلچرل فورم، نئی دہلی۔ ۱۹۷۶ء

— اُردو غزل ایوارڈ، اِرم ایجوکیشن سوسائٹی، لکھنؤ۔ ۱۹۷۶ء

— میر ایوارڈ، آل انڈیا میر اکیڈمی، لکھنؤ۔ ۱۹۸۱ء

— اُردو ادب ایوارڈ، آل انڈیا ہندی اُردو سنگم، لکھنؤ۔ ۱۹۸۲ء

— ایک شام ساحر ہوشیارپوری کے نام، انڈین کلچرل فورم، نئی دہلی۔ ۱۹۸۲ء

— زیرِ صدارت، نائب صدر جمہوریہ ہند، عالی جناب ہدایت اللہ صاحب،

— ادبی ایوارڈ برائے شاعری، ساہتیہ منچ، جالندھر۔ ۱۹۸۲ء

— اُردو غزل ایوارڈ، جہادیر کلچرل فورم، ہوشیارپور۔ ۱۹۸۲ء

— یوپی اردو اکادمی ایوارڈ برائے شاعری، سحر حرف، مجموعۂ غزلیات پر، برائے سال ۱۹۸۳ء

— ساہتیہ کلا پریشد دہلی، اُردو ادب کا بہترین ایوارڈ، برائے سال ۸۳-۱۹۸۲ء

— بھاشا وبھاگ گورنمنٹ پنجاب، پٹیالہ کا بہترین انعام اور سند امتیاز، ''سحر حرف'' پر برائے سال ۱۹۸۳ء

— شامِ ساحر تقریبات، بزمِ ادب، فرید آباد۔ ۱۹۸۵ء

— سید مظفر حسین برنی ایوارڈ ہریانہ اُردو اکادمی، فرید آباد، برائے سال ۱۹۸۶ء

—— آل انڈیا ریڈیو کے جشنِ جمہوریت ۱۹۸۷ء کے بین اللسانی مشاعرے (نیشنل سمپوزیم آف پوئٹس) میں اردو کے نمائندہ شاعر کی حیثیت سے شرکت، بھوپال۔ ۱۹۸۷ء

تصنیفات :-

مہاویر مہما: مسدس، بھگوان مہاویر کی زندگی اور تعلیمات پر، ۱۹۳۹ء
سحر غزل: مجموعۂ غزلیات۔ ۱۹۵۹ء۔ سحر نغمہ: نظموں، غزلوں اور رباعیات کا مجموعہ۔ ۱۹۷۰ء۔ جل ترنگ: دیوناگری رسم الخط میں نظمیں، غزلیں اور رباعیات وغیرہ۔ ۱۹۷۵ء۔ سحر حرف: غزلیات کا مجموعہ۔ ۱۹۸۲ء

انگریزی سے اردو تراجم :

کلیلہ ودمنہ کی کہانیاں۔ بھکاری راجہ (ترقی اُردو بورڈ وزارت تعلیم نے شائع کی) ۱۹۷۴ء

ترتیب و تدوین :

یادگارِ جوش ملسیانی نمبر۔ کتاب نما، نئی دہلی۔ جنوری ۱۹۷۰ء

پتے :

● ساحر ہوشیارپوری
مکان نمبر ۲۲۶۹، سیکٹر ۲۸، ہریانہ ہاؤسنگ بورڈ کالونی
فرید آباد۔ ۱۲۱۰۰۳ ہریانہ

● معرفت سندیپ ساحر:
اے۔ ۱۴۔ ڈی۔ڈی۔اے فلیٹس، شیخ سرائے
فیز I، نئی دہلی ۱۱۰۰۱۷
فون ۶۴۴۷۳۸۰ -

پروفیسر عُنوان چشتی
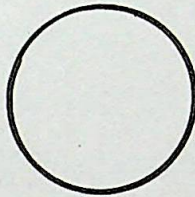
"چند سانسوں کی مہک، چند خیالات کی ضو"

ساحر ہوشیارپوری اُردو کے اُن بے لوث شاعروں میں شامل ہیں، جو نصف صدی سے نگارِ سخن کی زُلفیں سنوار رہے ہیں۔ ان کی شاعری نظموں، رباعیوں، قطعات اور غزلوں پر مشتمل ہے۔ انھوں نے ان سب میدانوں میں اپنی جولانیِ طبع کے کرشمے دکھائے ہیں۔ ان کی نظموں اور غزلوں کے درمیان لسانی اظہار کی سطح پر بہت کم فاصلہ ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ایک نے دوسری صنف سے فیض اٹھایا ہے۔ یا یوں کہیئے کہ دونوں کا ذہنی، وجدانی اور تخلیقی سرچشمہ ایک ایسا ذہن ہے، جو اپنے شعری تجربوں کو شاعری کی مہذّب زبان عطا کرنے میں دوئی سے کام نہیں لیتا۔ پھر بھی ان کی نظمیں اپنی شعری لطافت، خیال کے تسلسل اور جذبے کے بہاؤ کی آئینہ دار ہیں۔ ان کی نظموں میں جذباتی اور فکری دونوں قسم کی نظمیں ہیں۔ جذباتی نظموں میں "حدیثِ راز"، "نشاطِ فراق"، "غمِ انتظار"، "ایک خط اُن کے نام" خاص طور پہ قابلِ ذکر ہیں، جن میں عُنفوانِ شباب کی کیفیتوں، عشق کی بیقراریوں مجروح تمناؤں، خوں گشتہ خوابوں کی ایک رنگین دُنیا آباد ہے۔ جذبات انسان کا سب سے زیادہ مقدس اثاثہ ہیں۔ چونکہ ان نظموں میں شدید

جذباتی کیفیت ہے، اس لیے ان نظموں کو ساحر ہوشیار پوری کی رومانی وفور کی شاعری کہا جاسکتا ہے۔ ان کی دوسری نظموں میں، ایسی نظمیں شامل ہیں، جن میں فکر کی پرچھائیاں ہیں۔ یا ان میں عصری مسائل کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ فکری شاعری میں انسانی ذہن کے لیے زیادہ گہرائی ہوتی ہے۔ اور وہ شاعری جو انسانی مسائل سے مملو ہوتی ہے، اس میں زندگی کا شدید قُرب ہوتا ہے۔ اس لیے اس طرح کی شاعری محض انبساطی کیفیت ہی عطا نہیں کرتی۔ بلکہ انسان کے ذہن کو نئے تجربوں، مسائل اور افکار سے آشنا بھی کرتی ہے۔ مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ محض مجموعۂ پند و نصائح قسم کی چیز نہ ہو، بلکہ شاعری کے جمالیاتی اور ادبی تقاضوں کو پورا بھی کرتی ہو۔ مجھے خوشی ہے کہ ساحر کی بعض نظمیں اس معیار پر پوری اترتی ہیں۔

ساحر کی جن نظموں میں فکری عناصر یا مسائلی انداز ہے، ان میں "غم دیوتا"، "شہکارِ فطرت"، "آدم کا زوال"، "برہمن سے خطاب"، اور "تقسیمِ پنجاب"، شامل ہیں۔ ان نظموں کے علاوہ ساحر نے بعض شخصیتوں کو موضوعِ سخن بنایا ہے۔ یہ شخصیتیں زندگی کے منظر نامے پر کسی نہ کسی حیثیت سے اپنے دستخط ثبت کر چکی ہیں۔ اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ ساحر کے لیے ان شخصیتوں کی حیثیت "علامت"، کی سی ہے۔ جن کو موضوعِ فکر بنا کر، شاعر نے بعض اقدارِ حیات کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ ان نظموں میں "نانک: ایک فرشتہ"، "مہرشی ٹیگور"، "پھول اور شمع (جو لال بہادر کی موت سے متاثر ہو کر لکھی ہے)، اور "نہرو کا وطن"، شامل ہیں۔

"شہکارِ فطرت"، میں ساحر نے عورت کی تقدیس، عصمت، وفا کیشی، اور رفاقت کو موضوعِ سخن بنایا ہے۔ "آدم کا زوال"، کا بنیادی نقطۂ نظر یہ ہے کہ اگرچہ انسان نے چاند کو چھو لیا ہے۔ مگر انسان اور انسان کے درمیان کا رشتۂ خلوص شکست ہو چکا ہے۔ شاعر "برہمن سے خطاب"، میں اس بات پر نوحہ کناں ہے کہ وہ آخر نسلی امتیاز اور چھوت چھات جیسی بیماری میں کیوں مبتلا ہے۔ اور اپنے

عمل سے وحدتِ انسانی نیز عالمگیر انسانیت کی نفی کیوں کرتا ہے۔ ساحرؔ نے "غم دیوتا" نظم میں نئے انسان یا فنکار کے ایک ایسے کردار سے تعارف کرایا ہے، جو اگرچہ جگمگاتے کلب کا طواف کرتا ہے مگر اس کے دل میں درد و الم کا طوفان ہے۔ شاعر کہتا ہے ؎

سنبھل کر چلے آؤ ٹھوکر نہ کھاؤ
یہ پتھریلا رستہ، گڑھے، بس قدم دو قدم ہیں
دیا ٹمٹماتا ہوا دیکھتے ہو
وہ اک نیم روشن سے کمرے میں دیکھو
وہ ٹوٹی ہوئی چارپائی پہ لپٹا ہوا چیتھڑوں میں
تمھیں ایک ویران چہرہ نظر آ رہا ہے
یہ غم دیوتا ہے
وہی شاعرِ مست و بے خود
کہ جس کو ابھی تم نے دیکھا تھا
اُس جگمگاتے کلب میں

—غم دیوتا

ساحرؔ نے اس نظم میں بڑی چابک دستی سے ایک فنکار یا ایک حساس اور باشعور انسان کی "کردار تراشی" کی ہے۔

یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ ساحرؔ ہوشیار پوری کو روحانیت سے گہرا لگاؤ ہے۔ اپنی رندی اور صنم پرستی کے باوجود، انھوں نے ایک مہاتما سے اپنا روحانی رشتہ استوار کیا۔ اور اپنے اندر کے روحانی اور اخلاقی انسان کو ایک نئی زندگی دی۔ ساحرؔ کے اسی رجحان نے انھیں بعض ایسی نظمیں تخلیق کرنے پر اکسایا، جن میں اخلاقی اور روحانی اقدار کا آہنگ سنائی دیتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ بابا نانک نے مذاہب کی خارجیت، رسم پرستی اور معاندانہ چشمکوں کے درمیان وحدت کا پیغام سنایا۔ انھوں نے ایک خدا اور ایک انسان کے

نعرے سے، جو ارتعاش پیدا کیا تھا، اس کی بازگشت آج تک سنائی دیتی ہے۔
ساحر نے "نانک: ایک فرشتہ" میں بابا نانک اور ان کی نورانی حیات و تعلیمات کا ایک ہلکا سا شعری نقش پیش کیا ہے۔ اسی طرح ٹیگور بھی ہندوستانی ادب اور تہذیب کے افق پر اخلاقی اور روحانی مبلّغ کی حیثیت سے ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔ ان کی کتاب "گیتان جلی" اس دور کا وجدانی منشورِ حیات ہے، جس میں اخلاقیات اور روحانیات کا سنگم نظر آتا ہے۔ ٹیگور کے فلسفے میں ایک طرف ہندوستانی آب و رنگ ہے، جس کو ارضیت کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اور دوسری طرف ایک مخصوص انداز کی روحانیت ہے جس کو ماورائیت کہہ سکتے ہیں۔ انھیں دونوں عناصر کے تال میل سے ٹیگور کی فکر کا تارِ حریرِ دو رنگ تیار ہوا ہے۔ ساحر کا کمال یہی ہے کہ انھوں نے ٹیگور کی بنیادی فکر کو اپنی شاعری میں جذباتی آنچ دے کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

ساحر ہوشیار پوری کا ذہنی رشتہ اُردو شاعری کے کلاسیکی دبستان سے ہے، جس کو دبستانِ داغ بھی کہتے ہیں۔ اسی لیے ان کی شاعری، خاص طور پر غزلوں کا مطالعہ کرتے وقت اِس حقیقت کو سامنے رکھنا ضروری ہے کہ وہ زبان و بیان اور اسلوب کی سطح پر اسی جمال آفرینی کے قائل ہیں، جو اِس دبستان کا طرۂ امتیاز ہے۔ وہ اس نکتہ سے آگاہ ہیں کہ غزل کی جمالیات میں اس کی ہیئت کے حُسن کو خاص مقام حاصل ہے۔ غزل کی ہیئت کا حُسن اس کے اظہار کی صحت میں پنہاں ہے۔ اس لیے ساحر نے ایک طرف روزمرّہ محاورہ کی صحت اور عروضی چابک دستی کا خاص اہتمام کیا ہے اور دوسری طرف معائبِ سخن سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کی ہے۔ یہ اندازِ نظر انھیں، اُن کے استاد حضرت جوش ملسیانی سے ملا ہے۔ اسی لیے ساحر کی شاعری زبان کی سادگی و پرکاری کے نقطۂ نظر سے ایک خاص سطح رکھتی ہے۔
فکری سطح پر ساحر کی شاعری میں تغزّل کے ساتھ اپنے عہد کی سفاکیوں کا پرتو

بھی ملتا ہے۔ ان کی غزلوں میں ایک طرف کیفیاتِ محبّت کا رنگ ہے۔ اور دوسری طرف اُن مسائل کا آہنگ بھی سنائی دیتا ہے، جن سے آج کا انسان دوچار ہے۔ اب ان اشعار کو پڑھیے ؎

کیجیے فکر تو ہوتا ہے برآمد نوحہ — شیشہ پتھّر کے مقابل ہے غزل کیا کہیے

خون میں تر تھیں ساری پرتیں — ہم نے اک دِن چھیلا پتھّر

صدیوں گنگا جل میں رہ کر — من سے ہوا نہ گیلا پتھّر

تو کبھی درد، کبھی شعلہ، کبھی شبنم ہے — تجھ کو کس نام سے اے زیست پکارا جائے

دیکھے ہے اُسے کیوں تو حقارت کی نظر سے — قطرہ بھی ترا جز ہے، یہ طوفاں سے کہوں گا

ہے خرد سے بھی اپنا یارانہ — ہے جنوں پر بھی اختیار مجھے

سمٹے جو ہم تو ذات کا آزار ہو گئے — پھیلے تو کائنات کا اظہار ہو گئے

بحرانا میں ذوقِ تجسس لیے ہوئے — جو ڈوب کر ابھر نہ سکے، پار ہو گئے

کوئی موسم ہو کبھی دل کا کنول کھل نہ سکا — زندگی اور ترا مجھ سے تقاضا کیا ہے

چند سانسوں کی مہک، چند خیالا کی ضو — اور ہم اہلِ محبت کا اثاثہ کیا ہے؟

ہر ذرّہ ہے فردوسِ نظر، حدِّ نظر تک — بیدار نہ ہونا کہ یہ منظر نہ ملے گا

حادثہ، قتل، ڈکیتی، سیلاب — تو اُسے تازہ خبر کیوں سمجھا

نیم روشن تھا، جو بستی بھر میں — تو اُسی کو مرا گھر کیوں سمجھا

ان کو دودھ پلاتا ہوں — جیسے ہوں ماں جائے سانپ

ان کی دو ہی قسمیں ہیں — اپنے اور پرائے سانپ

کتنی تلخ حقیقت ہے — انساں کے ہمسائے سانپ

آشیانے کو ذرا آگ لگا کر دیکھو — روشنی ہوگی تو ہر آنکھ ٹھہر جائے گی

خندۂ گُل کو تو غنیمت جان — رونا دھونا تو عمر بھر کا ہے

ان اشعار میں جو فضا ہے، وہ اس حقیقت کی طرف واضح اشارہ کرتی ہے کہ اگر شاعر واقعی تخلیقی قوّتوں سے بہرہ مند ہو تو کلاسیکی اندازِ بیان کی تمام خصوصیات کے ساتھ غزل کے چمن میں عصری حیثیت کے نئے پھول کھلا سکتا ہے۔ ان اشعار

میں ایک طرف روایت کی روشنی ہے، جو ساحر کا ذہنی رشتہ کلاسیکی اسلوب سے استوار کرتی ہے، اور دوسری طرف تخلیقی تجربے کی تازگی ہے، جو شعری پیکر میں زندگی کے تجربوں کا رنگ بھرتی ہے۔

ساحر ہوشیار پوری اس نکتہ سے آگاہ ہیں کہ شاعری تجربے کا بیان ہے بیان کا تجربہ نہیں۔ اسی لیے انھوں نے لایعنی ہیئت کے تجربوں سے کوئی سروکار نہیں رکھا۔ بلکہ تخلیقی تجربے کو آزادی کے ساتھ شعری و لسانی پیکر اختیار کرنے دیا۔ اس پر غیر فطری قدغن نہیں لگائی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں ایک فطری حسن نظر آتا ہے، جو تکلّفات سے آزاد ہے۔ یہاں سے یہ راز بھی آشکار ہونے لگتا ہے کہ ساحر کے یہاں لسانی پیکر اُن کے جذبات وافکار کا پردہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ ان کے جذبات وافکار سے پردہ اٹھاتا ہے اس لیے ان کی شاعری میں ایک اہم ترسیلی فضا ہے، جو ذہن پر اپنے معانی اور کیفیات کا اظہار بڑی سُرعت سے کرتی ہے۔

ساحر ہوشیار پوری نے اپنی شاعری پر غیر شعوری طور پر بہت دلکش تبصرہ کیا ہے، انھوں نے کہا ہے کہ اگر ہم اہلِ محبّت کا کچھ اثاثہ ہے تو بس "چند سانسوں کی مہک" ہے اور چند خیالات کی ضو ہے۔ چند سانسوں کی مہک ان کی شاعری کے رومانی مزاج کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اور چند خیالات کی ضو ان کی شاعری کے فکری پہلو کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ جس کی بنیاد عصری شعور پر ہے۔ ساحر ہوشیار پوری کے رومانی تصوّرات خالص ارضی، جسمانی اور کہیں کہیں جنسی ہیں۔ اسی لیے ان کی شاعری میں دو دِلوں کی دھڑکن کا حسین سرگم سنائی دیتا ہے۔ اس میں ایک طرف محبّت شکستِ محبّت، اور کامرانیِ محبّت کی رنگ آمیزی ہے۔ اور دوسری طرف محبوب کی جمالِ آفرینی اور دلربائی جھلکتی ہوئی نظر آتی ہے۔ ان کی شاعری میں انسان کا جو کردار ملتا ہے، اور حسن وعشق کا جو تصوّر ملتا ہے، وہ ایک مہذب اور جیتے جاگتے انسان کے کردار کا پرتو ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ شاعر زندگی کی لذتوں سے پوری طرح بہرہ مند

ہونا چاہتا ہے۔ جمال پسندی اور جمال پرستی اس کی فطرت میں شامل ہے۔ وہ انسانی اور نسوانی حُسن سے متاثر ہی نہیں بلکہ مستفیض بھی ہونا چاہتا ہے۔ یہ لہران کی شاعری میں خون کی طرح گردش کرتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ اور یہی ایسی خصوصیت ہے، جوان کی شاعری کو ایک طرف خالص ارضی اور جسمانی بناتی ہے۔ اور دوسری طرف اس کو ایک خاص شعری مزاج عطا کرتی اور انھیں اپنے معاصرین میں ایک الگ مقام عطا کرتی ہے۔

جہاں تک "خیالات کی ضو" کا تعلق ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ساحر کی شاعری میں ایک "فکری لہر" محسوس ہوتی ہے۔ انھوں نے دنیا سے تجربات اور حوادث کی شکل میں جو کچھ قبول کیا۔ اس کو شعری پیکر میں ڈھال کر سماج کو واپس کر دیا ہے۔ اسی لیے اس میں ایک طرف اُس جدید انسان کی ذہنی کشمکش، پریشان نظری، جذباتی تشنج اور احساسِ زیاں کی کارفرمائی ہے، جو اس دور کے انسان کا مقدر ہے۔ اور دوسری طرف ان قدروں اور روایتوں کی پرچھائیاں رقص کرتی ہیں، جو ہماری تہذیبی اور سماجی زندگی کی شناخت ہیں۔ اس نقطۂ نظر سے ساحر کی شاعری میں ایک مہذب اور حسّاس انسان سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ ساحر کی شاعری اپنے کلاسیکی دروبست اور رومانی وفور کے باوجود ایک مہذب، حسّاس اور باشعور انسان کی شاعری ہے جس میں ایک رنگ عصری شعور اور اخلاقی و تہذیبی قدروں کا بھی ہے۔ اور یہی وہ خصوصیات ہیں، جن سے ساحر کی شاعری پہچانی جاتی ہے۔ آخر میں ساحر ہوشیارپوری کی ایک حمد پر ان سطور کا اختتام کرتا ہوں جو ان کے فکروفن کی شاہ کار ہے ؎

عینِ صداقت نام ترا	اصلِ محبت نام ترا

تیرے جلوے لامحدود	نورِ وحدت نام ترا

دولتِ دُنیا تیری کنیز	والیِ نعمت نام ترا

علم و ہُنر ہیں تیرے صدف	قلزمِ حکمت نام ترا

تو ہی ربِ ارض و سما
شمعِ ہدایت نام ترا

ڈاکٹر زارؔ علامی جانشین
علّامہ سحرؔ عشق آبادی
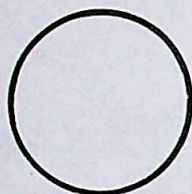
ساحرؔ ہوشیار پوری کا اسلوبِ نگارش

اردو ادب میں کلام موزوں کی تاثیر سے کوئی بھی شخص اس لیے منکر یا منحرف نہیں ہو سکتا کہ موزونیت انسانی شعور کی ایک ایسی منظّم تہذیب ہے جس سے ذوقِ انسانی کی اقدار اجاگر ہوتی ہیں۔ عنصرِ دل کشی میں ایک وجدانی کیفیت رونما ہوتی ہے۔

خوش مذاق اور نفاست پسند شاعر مفروضوں کی منازل میں قدم رکھنے سے احتراز کرتا ہے۔ کلام کی معنوی خوبیوں پر نظر رکھتے ہوئے روزمرہ کی سادہ اور صاف ستھری زبان کے استعمال کو خاص اہمیت دیتا ہے۔ محاوروں کے استعمال میں صدقِ محاورہ کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ اپنے کلام کو لطیف تشبیہات۔ خوبصورت استعارات اور پاکیزہ کنایات سے اس طرح سجاتا ہے کہ داد اُس کا حق بن جاتی ہے۔ اپنے اسلوبِ نگارش سے محسوساتِ قلبی اور جذبات میں ایک ایسی تڑپ پیدا کرتا ہے کہ آہ یا واہ کرتے ہی بنتی ہے۔ مبالغہ سے کام ضرور لیتا ہے مگر قیاس کی حدود سے باہر جانا پسند نہیں کرتا۔ مقتضائے کلام کے لحاظ سے مناسب اور موزوں الفاظ میں اپنا مدعا بیان کرتا ہے۔ شاعرانہ خصوصیات کے پیشِ نظر کہیں کہیں صنعتوں سے بھی کام لیتا ہے مگر صنعتوں کے استعمال کو مقصودِ کلام نہیں سمجھتا۔

ساحر ہوشیار پوری کے کلام بلاغت نظام پر جب نظر ڈالی جاتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنے قابل اور مستند استاد حضرت جوش ملسیانی سے (جن کی سخن ورانہ ادائیں اپنے عہد کی نمائندہ ادائیں رہی ہیں) غزل کی مخصوص آرٹ سیکھنے کی طرح سیکھا ہے۔

موصوف نے ملک کے سنجیدہ اساتذۂ کرام آحسن مارہروی، نوح ناروی، جگر مرادآبادی، اصغر گونڈوی، فانی بدایونی، جوش ملیح آبادی، فراق گورکھپوری، یگانہ چنگیزی، حسرت موہانی، سیماب اکبرآبادی، بیخود دہلوی، علامہ سحر عشق آبادی وغیرہم کا زمانہ بھی اور آج کے اس ترقی پسند دور کو بھی دیکھا ہے۔ اسی لیے اس کے کلام میں ایک منجھا ہوا روایتی اسلوب بھی، صالح قسم کے جدید انداز بھی اور صنعتی رمزیت بھی ایک خاص حسنِ جدّت کے ساتھ موجود ہے۔ ساحر صنعتوں کے استعمال میں کہیں پہلوانی کرتا نظر نہیں آتا بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دیگر محاسنِ شعری کی طرح وہ صنعتیں بھی جن میں تکلف نام کو نہیں ہوتا اور جو محض تزئین کلام کے لیے ہوتی ہیں شاعر کے مزاج میں رچی اور بسی ہوتی ہیں۔ اور بغیر کاوش خود بخود پیدا ہو جاتی ہیں۔

ذیل میں دیکھیے :- مراعات النظیر

ے دام ہر موج میں ساحل بھی ہے طوفاں بھی ہے
کشتیِ عمر خدا جانے کدھر جائے گی

موج، ساحل، طوفاں اور کشتی میں ایک باہمی نسبتِ معنی پائی جاتی ہے

ے تیری شعاعیں فکر و فن مہرِ ذہانت نام ترا

شعاعیں، فکر و فن اور مہرِ ذہانت کے معنی میں ایک باہمی نسبت پائی جاتی ہے مگر تضاد و تقابل نام کو نہیں۔

تضاد

رنگ ہوگا نہ بدن ہوگا نہ چہرا ہوگا میں فضاؤں میں بکھر جاؤں گا خوشبو بن کر

خیال کی اصلیت تو یہ ہے کہ مرنے کے بعد ہر شخص فضاؤں میں بکھر جاتا ہے اور اس کا وہ رنگ وہ بدن اور وہ چہرا باقی نہیں رہتے۔ شاعر نے اصلیت خیال کو دو آتشہ بنانے کے لیے خوشبو کے استعارے سے کام لیا ہے اس طرزِ نگارش سے خیال میں ندرت بھی آئی اور کلام کا حسنِ ذاتی بھی نکھر کر سامنے آیا۔ ظاہر داری میں تضاد بالکل نظر نہیں آتا مگر جب خوشبو (غیر مرئی) رنگ، بدن اور چہرا (مرئی) پر نظر ڈالی جاتی ہے تو صورتِ تضاد ابھر آتی ہے۔ یہ اسلوبِ تضاد ایک نادر اسلوب ہے۔

ایک اور شعر دیکھیے:۔

دل سا دانائے رموزِ فطرت
ہرا جالے کو سحر کیوں سمجھا

لفظ "کیوں" نے بہ اعتبار معنی جو کیفیت پیدا کی ہے اس کے پیشِ نظر داد شاعر کا حق ہے۔ دونوں مصاریع میں الفاظ کی ترتیب قواعد زبان اور اصولِ بیان کے مطابق بالکل نثر کی سی ہے یعنی سلاست کے اصول کے عین مطابق۔

تاکید الذم بمایشبہ المدح کے علاوہ پہلا مصرع صنعت فوق النقاط میں اور دوسرا مصرع صنعت تحت النقاط میں تخلیق ہوا ہے۔ دونوں صنعتیں ایک دوسرے کی ضد ہیں لہٰذا یہاں صنعتِ تضاد بہ اعتبار صنعت النقاط فوقانی و تحتانی وارد ہوئی ہے۔ صنعتِ تضاد کا یہ اسلوب نہایت اچھوتا ہے۔

تجنیسِ خطی

جستجو ہے کسی نکھرے ہوئے گلشن کی اگر
عمر بھر تپتے ہوئے دشت میں جلتے رہیے

تجنیسِ خطی کا تعلق محض الفاظ کی تحریری صورت سے ہوتا ہے۔ اس صنعت کے تحت دونوں مصاریع میں لائے گئے کسی بھی لفظ نقطہ دار کے صرف نقطے تبدیل کیے جاتے ہیں۔ اس تبدیل شدہ صورت سے جو نیا لفظ بنتا ہے اس سے شعر کے معنی بدل جاتے ہیں۔ "جلتے" کو اگر "چلتے" پڑھ لیا جائے یعنی "عمر بھر تپتے ہوئے دشت میں چلتے

رہیے،، تو شعر کا مزاج ہی تبدیل ہو جاتا ہے۔

ترصیع

اپنے[1] بندوں[2] سے[3] جس[4] کو[5] پیار[6] نہیں[7]
ایسی[1] دنیا[2] سے[3] کیوں[4] ہے[5] پیار[6] مجھے[7]

شعر سلاست اور "سہلِ ممتنع" میں ہونے کے علاوہ اس ڈھنگ سے تخلیق ہوا ہے کہ دونوں مصاریع کے الفاظ علی الترتیب ایک دوسرے کے ہم وزن ہو کر آئے ہیں۔ اس مقام پر شاعر کے ارادہ کا کوئی دخل نہیں اس قسم کی صنعت کا پیدا ہونا محض اتفاق ہے۔ یہ خوبصورت اتفاق ساحر کے منجھے ہوئے مذاقِ شاعرانہ اور کمالِ ہنر کی ایک سند ہے۔

صنعتِ تقسیم

سر پہ گاگر، ناک میں نتھ، پاؤں میں جھانجر کہاں
ڈھونڈتے ہو شہر میں تم گاؤں کا منظر کہاں

قطع نظر اس سے کہ گاؤں اور شہر کا موازنہ کس جذبہ کے تحت کیا گیا ہے شاعر نے مصرع اولےٰ میں ہر جز کے ساتھ اس کے منسوبات بیان کیے ہیں۔ یہی صنعتِ تقسیم ہے۔

صنعتِ رجوع

تم خدا ہو مگر ہمارے نہیں جی میں آتا ہے یہ خدا سے کہیں

اس مقام پر پہلے ایک بات کہی گئی ہے کہ "تم خدا ہو،، پھر اپنے اس قول سے یہ کہہ کر کہ "ہمارے نہیں،، انحراف کیا گیا ہے۔ اس کے بعد پھر "خدا" کہہ کر ایک نئی صورت پیدا کر دی گئی۔ یہی اسلوب رجوع ہے اور شاعر کے کمالِ فنکاری کا مظہر ہے:-

تاکید المدح بمائشبہ الذم

میں جو توبہ کر دوں گناہوں سے سب کہیں گے گناہ گار مجھے

یوں یہ شعر تاکید المدح بمائشبہ الذم کی تعریف پر پورا نہیں اترتا ہے مگر

شاعر نے ایک ایسا نادر اسلوب اختیار کیا ہے کہ تاکید المدح آشکار ہو جاتی ہے۔

گناہوں سے توبہ کرنے والا اس لیے گناہ گار ہے کہ اُس کو اُس رحیم کی رحمت پر بھروسا نہیں۔ شاعر اسی لیے اپنے گناہوں سے توبہ نہیں کرنا چاہتا اور اپنی گناہ گاری کو جو ایک عیب ہے ایک وصف جانتا ہے۔ یہی تاکید المدح بما ئشبہ الذم ہے اسی قسم کا ایک اور شعر دیکھیے:

شعر

سن کے ساحر کی غزل اس نے کہا

کون اس بدنام سے واقف نہیں

یہاں 'بدنام' مدح کے معنی میں آیا ہے۔ تاکید المدح بما ئشبہ الذم کا یہ پہلو اپنی جگہ نادر ہے۔ اس کے علاوہ شاعر نے کمال چابکدستی سے "سوال و جواب" کی صورت بھی پیدا کی ہے۔ یعنی جب اُس سے ساحر کی غزل سنانے کے بعد سوال کیا گیا تو اس نے جواب میں فوراً ایک موزوں مصرع "کون اس بدنام سے واقف نہیں" کہہ دیا۔ اس اسلوب سے محبوب کے شاعرانہ مذاق کا پتہ چلتا ہے۔ شاعر نے درپردہ اپنے محبوب کے ایک نازک طبع۔ خوش مذاق اور مہذب ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

تاکید الذم بما ئشبہ المدح

شعر

مل گئے اتنے غم گسار مجھے ڈس رہی ہے بھری بہار مجھے

"تاکید الذم بما ئشبہ المدح" تاکید المدح بما ئشبہ الذم کی ضد ہے۔ "ڈس رہی ہے بھری بہار مجھے" کہہ کر شاعر نے "غم گسار" کے معنی ہی بدل دیے یعنی 'مدح' ذم میں تبدیل ہو گئی۔

جمع

شعر

قہقہے، نغمے، بہاریں، شوخیاں، رعنائیاں

زندگی کا ہر تصور آپ کی محفل میں ہے

وہ تمام چیزیں جن کو شاعر موجبِ زندگی سمجھتا ہے یک جا جمع کر دی گئی ہیں یہی صنعتِ جمع ہے۔

ردالعجز علی الصدر مع تکرار

ے ہوگا آزارِ بہاراں سے وہی دل خائف　　جس نے انجام بہاراں کبھی دیکھا ہوگا

مصرع اولٰے میں "ہوگا"، 'صدر' میں اور مصرع ثانی میں 'عجز' میں بغیر تجنیس بطور تکرار وارد ہوا ہے۔ اس قسم کی تکرار سے کلام میں زور بھی آتا ہے اور خیال کو تقویت بھی ملتی ہے۔ آغاز اور انجام میں تضاد کا پہلو بھی لطف سے خالی نہیں۔

تجاہلِ عارفانہ

ے ہر سزا پر ہے سرِ تسلیم خم　　دل مگر الزام سے واقف نہیں

دل اپنے جذبۂ الفت اور وفاداری سے اچھی طرح واقف ہونے کے باوجود اس لیے ناواقفیت ظاہر کرتا ہے کہ اس سے اس کے جذبۂ وفاداری کو تقویت ملتی ہے یہی تجاہلِ عارفانہ ہے۔

ایہام

ے جس کے من کو بھائے سانپ　　کیوں اس کو ڈس جائے سانپ

'من' بمعنی جی، اور 'من' بمعنی مہرۂ مار۔ سامع کا ذہن تھوڑی دیر کے لیے مہرۂ مار کی طرف منتقل ہو سکتا ہے۔ یہی ایہام ہے۔

تجنیس ناقص وزائد

ے ساحر کی نظر قصرِ امارت پہ نہ الجھی　　جلوئے تو بہت شوکتِ قیصر نے دکھائے

قطع نظر اس سے کہ 'پہ' کی جگہ 'سے' زیادہ موزوں ہے کہ نہیں شاعر نے اپنی احتیاط پسند طبیعت کا ثبوت خوب دیا ہے قصر اور قیصر میں تجنیس ناقص وزائد کار فرما ہے۔

ساحر کا ایک اور شعر دیکھیے جو صنعتِ تجنیس ناقص وزائد کے علاوہ صنعتِ تقسیم اور صنعتِ مراعات النظیر پر بھی پورا اترتا ہے۔

ے یہ میرا تصور ہے یا سحرِ قلم ان کا
تحریر کو پڑھتے ہی تصویر نظر آئی

تصوّر اور تصویر میں صنعتِ تجنیس ناقص و زائد قلم کے منسوبات تحریر اور پڑھنا۔ تصور کے منسوبات تصویر اور نظر آنا یہ صنعتِ تقسیم۔

تصور اور تصویر میں باہمی نسبتِ معنی، قلم اور تحریر میں باہمی نسبت معنی یہ مراعات النظیر۔

ساحر نے اس شعر کی تخلیق میں حیرت انگیز قدرتِ بیان سے کام لیا ہے سبحان اللہ

حسنِ تعلیل

؎ اس کا حسنِ شعبدہ کار — روحِ رباعی جانِ غزل

حسنِ شعبدہ کار کو روحِ رباعی اور جانِ غزل کہہ کر شاعرانہ جدت اور نزاکت پیدا کی گئی ہے اور یہ حسنِ بیاں حقیقت کی طرف بھی دال ہے۔ اردو ادب میں رباعی اور غزل کو جو منزلت حاصل ہے وہ اور کسی صنفِ سخن کو نہیں حسنِ شعبدہ کار کو روحِ رباعی اور جانِ غزل کہنا قدرتِ بیاں کی معراج ہے۔

سہل ممتنع

؎ سہاروں پر بھروسا کرنے والو
سہارے تم کو لے جاتے کہاں تک

ہر لفظ روزمرّہ میں اور نثر کے بالکل قریب۔ سہاروں کی اور سہارے کی نشست اپنے صحیح مقام پر۔ اس قسم کے اشعار کہنہ مشقی اور مہارت پر دال ہوتے ہیں۔

تکریر مستانف

؎ نہ کر شکوہ محبت کی تڑپ کا
کہ دردِ دل ترا ہم درد بھی ہے

،درد، اس طرح مکرر وارد ہوا ہے کہ دوسرا درد بہ اعتبارِ معنی ایک نیا پہلو لیے ہوئے ہے۔ یہی تکریر مستانف ہے۔

یہاں تاکید المدح بما تشبہ الذم کا پہلو بھی نکلتا ہے یہ شعر جس غزل سے لیا گیا ہے وہ تمام صنعت لزوم مالایلزم میں تخلیق ہوئی ہے۔ شاعر نے قافیہ میں حرف روی "دال" سے ماقبل حرف 'رائے' کا التزام رکھا ہے۔ "رائے" ہرگز حرف قافیہ نہیں۔

صنعت تحت النقاط

؎ مہرباں ہو گیا ہے اب صیّاد
یہ کرم مجھ پہ بال و پر کا ہے

دونوں مصاریع اس اسلوب سے تخلیق ہوئے ہیں کہ ہر لفظ نقطہ دار میں نقطے نیچے کی طرف آئے ہیں۔ دونوں مصرعوں کا اس ڈھنگ سے تخلیق ہونا ایک اتفاقی امر ہونے کے باوجود ساحر کے تندرست شاعرانہ مذاق سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

مکر شاعرانہ

؎ ساحر سے فرزانے کو کیا حاصل سمجھانے سے

مکر شاعرانہ یہ ہے کہ ساحر نے 'فرزانے' کہہ کر سامع کی قوتِ فہم پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ اصل مقصد کو مقصدِ ظاہر میں تلاش کرے۔

صنعت متلون

؎ شوق سے مجرم ہمیں گردانیے
بے وفا ہیں آپ یہ بھی مانیے

شاعر نے اس غزل کو جس کا مطلع یہ ہے بحر رمل مسدس محذوف (فاعلاتن فاعلاتن فاعلن) میں تخلیق کیا ہے۔ مگر یہ غزل بحر رجز مسدس مرفوع سالم میں بھی بحسن و خوبی ڈوبتی ہے۔ یعنی فاعلن مس تف علن مس تف علن کسی شعر کا ایک سے زیادہ بحور میں ڈوبنا ہی صنعتِ متلون ہے۔

صنعت ذو اوزان

؎ غمِ دل رخ سے عیاں ہو یہ ضروری تو نہیں
عشق رسوائے جہاں ہو یہ ضروری تو نہیں

شعر بحرِ رمل مثمن محذوف الآخرین ڈوبتا ہے اور بحر رمل مثمن سالم مجنون مجنون مجنون و محذوف میں بھی غوطہ کھاتا ہے۔ دونوں اوزان ایک ہی بحر سے متعلق ہیں یہ امر عروض سے کم و بیش واقفیت پر دال ہے۔

لف ونشر مرتب

ے زلف و رخ سے کھیلنا ہر دم ہے اپنا مشغلہ
چھیڑ اپنی گردشِ شام و سحر کے ساتھ ہے

پہلے مصرع میں زلف اور رخ ایک ترتیب سے بیان کیئے گئے ہیں دوسرے مصرع میں ان کے منسوبات شام اور سحر اسی ترتیب سے بیان کیے گئے ہیں۔ زلف و رخ لف ہوئے اور شام و سحر نشر

تکریر مطلق

ے میرے آتے ہی بزم ساقی میں سب کے لب پر سبو سبو ہو گا

سبو سبو کی تکرار سے کلام میں شدّت کا پہلو نمایاں ہے۔

تکریر مطلق مع تضاد

ے آخر تڑپ تڑپ کے یہ خاموش ہو گیا
دل کو سکون مل ہی گیا اضطراب میں

تڑپ تڑپ کی تکرار سے زورِ کلام آگیا۔ سکون اور اضطراب میں تضاد

تضاد ذوالصفات

ے ہے اپنی زندگی کی یہ تفسیرِ مختصر
غم مستقل ملا تو خوشی عارضی ملی

غم اور خوشی۔ مستقل اور عارضی میں تضاد، دو دو الفاظ میں تضاد کہنہ مشقی پر دال ہے۔

صنعت عکس

ے بندے آقا، آقا بندے اپنے دھندے سکھ کے دھندے

بندے اور آقا کی تقدیم و تاخیر سے معنی میں ایک خاص لطف پیدا ہوا یہ جاذبِ کلام ہے۔

تجنیس مرکب مفروق

وہ جو ہر دم یاد آتے ہیں مگر آتے نہیں

مجھ کو صبح و شام کلپا کر بھی کل پاتے نہیں

مجموعی لفظ "کلپا" کو جب مفروق "کل پا" کر کے لکھا جاتا ہے تو معنی مختلف ہو جاتے ہیں یہی تجنیس مرکب مفروق ہے۔

توشیع

کسی کی مدحت یا ہجو میں ایسے اشعار تخلیق کرنا جن کے مصرعوں کے شروع کے حرفوں سے اس کا نام برآمد ہو جائے۔

ساحر نے عزت مآب صدر جمہوریہ ہند گیانی ذیل سنگھ کے اوصافِ حمیدہ کا بیان اسی صنعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے کیا ہے۔

اس قصیدۂ مدحیہ میں شاعر نے جو قرینہ اختیار کیا ہے وہ اُس کی قادرالکلامی کا بیّن ثبوت ہے۔

ہم نے صنعتوں کے تحت ساحر کے صرف چند شعر "مشتے از خروارے" کے مصداق بطور مثال لیے ہیں ورنہ موصوف کا کلام اس قسم کے جواہر پاروں سے مالا مال ہے۔ ان کے شعری محاسن کی نشاندہی ان چند اوراق میں کرنا بہت مشکل ہے۔ مختصر یہ کہ ساحر ایک بحرِ ذخار ہے اس کے کلام میں جگہ جگہ نگینے بکھرے ہوئے ہیں ہر شخص حسبِ استعداد جس قدر چاہے چن سکتا ہے۔ موصوف کو "ممتاز الشعرا" کہنا برحق ہے۔

مجتبیٰ حسین
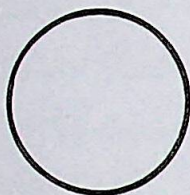
ساحر ھوشیار پوری

ساحر ہوشیار پوری کے بارے میں کچھ کہنے سے پہلے میں چار پانچ برس پہلے کا ایک واقعہ بیان کرنا چاہوں گا۔ ایک شام کافی ہاوس میں میرے ایک دوست نے، جو بزنس مین ہیں اور چونکہ ادب سے کسی بھی طرح کی دلچسپی نہیں رکھتے اس لیے کامیاب بزنس مین بھی ہیں، مجھ سے پوچھا "ابھی پچھلے ہفتہ اُردو کے ایک مشہور شاعر اس دُنیا سے گذر گئے۔ غالباً پوری صاحب نام تھا اِن کا۔ کیا وہ سچ مچ بڑے شاعر تھے؟" میں نے حافظہ پر زور دیتے ہوئے کہا "جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے اُردو میں ابھی تک پوری صاحب نام کا کوئی شاعر مشہور نہیں ہوا ہے۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ اس نام کا کوئی شاعر پیدا ہی نہیں ہوا ہے تو اس کے گذر جانے کا کہاں سوال پیدا ہوتا ہے۔"

میرے دوست نے کہا "میں نے خود اخبار میں پوری صاحب کے انتقال کی خبر پڑھی تھی۔ ٹیلی ویژن پر بھی ان کے مرنے کی خبر آئی تھی۔ تم کیسے کہتے ہو کہ پوری صاحب نہیں مرے۔ ابھی پچھلے ہفتہ کی تو بات ہے۔" میں نے حافظہ پر پھر زور دیا۔ پچھلے ایک ہفتہ میں اُردو کے جتنے بھی شاعر کفن باندھ کے مرے تھے اُن کا حساب جوڑا تو احساس ہوا کہ اُن مرنے والوں میں پوری تو بہت دور کی بات

ہے کوئی کھوری تک شامل نہیں تھی البتہ مرنے والوں میں سرِفہرست حضرت رگھوپتی سہائے فراق گورکھپوری کا نام ضرور شامل تھا۔ میں اپنے بزنس مین دوست کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ ہر کام میں فائدے کی چیز تلاش کرتے ہیں۔ انھوں نے رگھوپتی سہائے فراق گورکھپوری کے لمبے نام میں سے "گورکھپوری" کے "گورکھ" کو نکال کر اپنے لیے "پوری" الگ سے بچالی تھی اور "پوری صاحب پوری صاحب" کہے چلے جارہے تھے۔ وہ چاہتے تو رگھوپتی کے "رگھو" کو الگ کرکے فراق کو "پتی" بھی کہہ سکتے تھے لیکن ظاہر ہے کہ ایسا کہنے میں اِن کا کوئی فائدہ نہیں تھا سو نہیں کیا۔ ہر آدمی وہی کرتا ہے جو اُس سے اُس کا حسنِ کرشمہ ساز کرواتا ہے

ساحر ہوشیار پوری کے بارے میں کچھ اظہارِ خیال کرنے سے پہلے مجھے یہ واقعہ محض اس لیے یاد آیا کہ دو ڈھائی برس پہلے ایک دن میں اپنے دفتر پہنچا تو میرے اسسٹینٹ نے اطلاع دی "صاحب! آپ کے لیے کسی پوری صاحب کا فون آیا تھا۔ آپ کو فون کرنے کے لیے کہا ہے۔"

میں نے بلراج پوری کے بارے میں سوچا مگر وہ تو ایک دن پہلے ہی جموں چلے گئے تھے۔ اپنے ایک اور دوست پریم ناتھ پوری کو فون کیا تو معلوم ہوا کہ اس نے مجھے فون نہیں کیا۔ جھنجھلا کر جب میں نے اسسٹینٹ کو ڈانٹا کہ وہ میرے دوستوں کے پورے نام کیوں نہیں پوچھ لیتا تو بولا "صاحب! آپ کے دوستوں کے نام ہی کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ سمجھ میں نہیں آتے۔ مثال کے طور پر آپ کے ایک دوست رام کرشن مضطر ہوا کرتے تھے۔ رام کرشن تو سمجھ میں آجاتا ہے لیکن یہ "مضطر" کیا ہے یہ میری سمجھ میں آج تک نہیں آیا۔ کشمیری لال تو ٹھیک نام ہے لیکن اس کے آگے ذاکر لگانے کی کیا ضرورت ہے۔ ہاں خوب یاد آیا آج صبح جن پوری صاحب کا فون آیا تھا ان کے نام میں کچھ چالاکی اور ہوشیاری کا بھی ذکر تھا۔ اب آپ سوچ لیں کہ یہ کون سے پوری صاحب ہیں۔"

میں فوراً تاڑ گیا کہ یہ پوری صاحب ضرور ساحر ہوشیار پوری ہوں گے۔ میں

نے انھیں فون کیا تو پتہ چلا کہ فون اُن ہی کا تھا۔

اردو شاعروں کے ساتھ مشکل یہ ہوتی ہے کہ وہ نہ صرف خود ادب میں آنا چاہتے ہیں بلکہ اپنے مقام پیدائش یا آبائی مقام کو بھی اپنے ساتھ ادب میں لانا چاہتے ہیں۔ لندن میں تو میں ساز بر منگھموی اور بیگل بریڈ فورڈی تک سے مل چکا ہوں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اصغر اگر نہ ہوتے تو گونڈہ کو کون پوچھتا۔ سلام نہ ہوتے تو مچھلی شہر کا کیا بنتا۔ شیو کمار بٹالوی نہ ہوتے تو بٹالہ کا بھٹہ ہی بیٹھ جاتا۔ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو ماں باپ اس بچہ کو ایک عدد نام دے کر حکم دیتے ہیں کہ وہ اس نام کو دنیا میں روشن اور مشہور کرے۔ بعض والدین بچوں کے اتنے مشکل نام رکھتے ہیں کہ اس نام والے کو اپنا نام روشن کرنے میں بڑی آفت جھیلنی پڑتی ہے۔ مثال کے طور پر میرے ہی نام کو لیجیے یقین مانیے ادب کو لکھنے میں مجھے اتنی محنت نہیں کرنی پڑتی جتنی کہ اس نام کو مشہور کرنے میں۔ میں اپنے والدین کی فرمانبردار اولاد ہوں اور پوری سعادت مندی کے ساتھ ان کے رکھے ہوئے مشکل نام کو روشن کرنے میں لگا ہوا ہوں۔ مجھ میں اگر یہ بزدلی کی حدوں کو چھوتی ہوئی سعادت مندی نہ ہوتی تو میں بھی ساحر ہوشیار پوری کی طرح اپنے والدین کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیتا اور اپنا کوئی اچھا سا قلمی نام رکھ لیتا۔ ساحر صاحب کے والدین نے ان کا نام رام پرکاش رکھا تھا۔ اچھا خاصا نام تھا اور مشکل بھی نہیں تھا مگر ساحر صاحب کو تو اپنے والدین کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا تھا۔ سو اس نام کو چھوڑ کر اپنا قلمی نام ساحر ہوشیار پوری رکھ لیا۔ اب وہ اپنا نام اور اپنے آبائی مقام کا نام دونوں کو مشہور کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ ایک پنت دو کاج اسی کو کہتے ہیں۔ میں نے آج تک ہوشیار پور نہیں دیکھا۔ ساحر ہوشیار پوری کو ضرور دیکھا ہے اور ساحر ہوشیار پوری کے حوالہ سے ہوشیار پور کو جتنا سمجھا ہے اس سے اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہوشیار پور میں پیدا ہونے کے لیے آدمی کا ہوشیار اور چالاک ہونا ضروری

نہیں ہے۔ آدمی میں اپنا بل بوتا ہو تو ہوشیار پور میں پیدا ہونے کے باوجود
وہ حسبِ استطاعت سادہ، معصوم اور دنیا داری سے بے نیاز رہ سکتا ہے
بھلا بتائیے آپ اس آدمی کو ہوشیار کیسے کہیں گے جس کے خاندان میں لاکھوں
کے وارے نیارے ہو رہے ہوں اور اس خاندان کا چشم و چراغ ردیف
قافیہ کے چکر میں پھنس جائے۔ "عرض کیا ہے" اور توجہ چاہتا ہوں" کے فقرے
اس کا تکیۂ کلام بن جائیں۔ گاہکوں سے دولت سمیٹنے کے بجائے اپنے سامعین
سے داد کو سمیٹنا شروع کر دے۔ ساحر صاحب نے جب پہلا شعر کہا ہوگا تو ان
کے دل پر جو گزری ہوگی سو گزری ہوگی لیکن ان کے لکھ پتی بزرگوں کے
دلوں پر جو گزری ہوگی اس کا اندازہ ہم جیسے کنگال لوگ ہی لگا سکتے ہیں۔ بخدا
ہمارے پاس سچ مچ کی دولت ہوتی تو ہم کیوں خواہ مخواہ علم کی دولت کے
پیچھے بھاگ کر اپنے آپ کو ہلکان کرتے۔ خاندانی اثاثہ میں اضافہ کرنے
کی بجائے شعر و ادب کے سرمایہ میں اضافہ کیوں کرتے۔ کھاتے پیتے گھرانے
کے آدمی کو ادب کے دشت کی سیاحی سے کیا سروکار؟

جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

۵

حضرات! مجھے یہ اعتراف کرنے دیجیے کہ میں ساحر ہوشیار پوری کا دوست
نہیں بلکہ ان کا ایک ادنیٰ سا مداح ہوں۔ وہ صحیح معنوں میں میرے بزرگ ہیں۔
میں نے ابھی اس دنیا میں آنکھیں بھی نہیں کھولی تھیں تو تب بھی وہ اپنے شعروں
سے بڑے بڑوں کی آنکھیں کھول رہے تھے۔ ۱۹۱۳ء میں جب وہ پیدا ہوئے
تھے تو ابھی پہلی جنگِ عظیم شروع نہیں ہوئی تھی بلکہ اپنے شروع ہونے کے
لیے کسی معقول وجہ کا انتظار کر رہی تھی۔ ساحر ہوشیار پوری پیدا ہو گئے
تو اسے یہ معقول وجہ بھی میسّر آ گئی اور وہ شروع ہو گئی۔ ساحر ہوشیارپوری
نے دو عظیم جنگیں دیکھی ہیں۔ جب کہ میرے حصہ میں صرف ایک جنگِ عظیم ہاتھ
آئی ہے اور وہ بھی دوسری۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ عمر اور تجربہ

میں وہ مجھ سے ایک جنگِ عظیم آگے ہیں لیکن اس کے باوجود ساحر صاحب کی خوبی یہ ہے کہ ہم جیسوں کی سہولت کی خاطر اپنے سینگ کٹوا کر بچھڑوں شامل ہوجاتے ہیں۔ میں ان کی بزرگی کا احترام کرنا چاہتا ہوں مگر وہ میری خاطر اپنی قابلِ رشک بزرگی سے دست بردار ہو کر دوستی کی سطح پر اتر آتے ہیں۔ ایسا کرتے ہوئے ان کی طبیعت پر جو بوجھ پڑتا ہوگا اس کا اندازہ مجھے ہے۔

ساحر ہوشیار پوری کو میں نے اس وقت دیکھا جب یہ ساری دنیا دیکھ چکے تھے اور ہم جیسوں کو حیرت سے دیکھنے کی ان کی باری تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ ان کو دیکھنے کے دن نہیں تھے۔ یہ بارہ تیرہ برس پہلے کی بات ہے جب میں حیدر آباد سے دہلی آیا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ "تحریک" کے دفتر پران سے میری پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ اکثر رسالوں میں ان کے تازہ کلام کے ساتھ ان کی پرانی یعنی نوجوانی کی تصویریں بھی دیکھی تھیں۔ اب ساحر ہوشیار پوری خود بہ نفسِ نفیس مل گئے تو میں نے انھیں اسی طرح دیکھنا شروع کیا جس طرح ایک تاریخ داں کسی تاریخی عمارت کے آثار کو دیکھ کر ان میں ماضی کی عظمتوں کی نشانیاں ڈھونڈ رہا ہو۔ باسٹھ تریسٹھ برس کے وقت نے ان کے ساتھ اور انھوں نے وقت کے ساتھ جو سلوک کیا تھا اس کا اندازہ انھیں دیکھ کر لگایا جا سکتا تھا۔ ان کے بچے کھچے ساحر صاحب میں جب میں ماضی کے ساحر صاحب کو تلاش کرنے لگا تو غالباً انھیں اس کا احساس ہو گیا کہ میں ان کی ذات میں کیا ڈھونڈ رہا ہوں۔ اس احساس کے ساتھ ہی وہ اور بھی اکڑ کر بیٹھ گئے اور اس طرح کی باتیں کرنے لگے جیسے نوجوان کرتے ہیں بلکہ دو ایک حرکتیں بھی نوجوانوں کی سی کیں۔ ساحر صاحب کی یہ ادا مجھے بے حد پسند ہے کہ وہ ہر سانچے میں ڈھل جاتے ہیں۔ نوجوانوں سے نوجوانوں کی طرح پیش آئیں گے۔ بزرگوں سے بزرگوں کی طرح باتیں کریں گے۔ حد ہو گئی کہ خواتین سے خواتین کی طرح ملیں گے۔ مزاج کی یہ لچک بات کرنے کا یہ سلیقہ، محفل کو اپنی ذات کی خوشگواری

میں سمیٹ لینے کا یہ انوکھا انداز، ظاہر ہے کہ انھوں نے کچھ تو زمانے سے سیکھا ہوگا، مگر یہ صفات بڑی حد تک ان کی اپنی ذاتی ہیں۔ اگر ایسی باتیں سیکھنے سے حاصل ہو جاتیں تو ہر آدمی ساحر ہوشیار پوری ہو جاتا۔

آدمی جب ۷۵ برس کا ہو جاتا ہے تو فطری طور پر پیچھے پلٹ کر بھی دیکھتا ہے زندگی کے حساب کتاب کا جائزہ لیتا ہے۔ اس سفر میں کیا کھویا کیا پایا اس کا اندازہ لگاتا ہے۔ ساحر ہوشیار پوری کی زندگی کے یہ ۷۵ برس ایک کامیاب انسان کی زندگی کے ۷۵ برس نظر آتے ہیں۔ لیکن ان ۷۵ برسوں میں جو نشیب و فراز آئے ہیں وہ بھی کچھ کم نہیں ہیں۔ زمانہ کی سنگینی ان کی شخصیت کی رنگینی پر ڈاکہ نہیں ڈال سکی اور ان کی کلاہ کج آج بھی اسی بانکپن کے ساتھ ہے۔ ان کی زندگی میں جتنے نشیب آئے ہیں اتنے ہی فراز بھی ہیں۔ لکھ پتی باپ کی جائیداد سے یکلخت دستبردار ہو کر ایک معمولی ہوٹل کے کمرہ میں چلے گئے۔ ہم جیسے تو ایک ہی شادی کے نتائج و عواقب کو جھیلنے کی سکت نہیں رکھتے۔ ساحر صاحب نے دو دو شادیاں کیں۔ غم زمانہ ہو یا غم ذات ساحر ہوشیار پوری ہر غم سے نبرد آزما ہونے اور پھر اس میں سے کامیاب و کامران نکل آنے کا زبردست ملکہ رکھتے ہیں۔

میں نے ساحر ہوشیار پوری کے وہ دن نہیں دیکھے جب وہ حالات کی سنگینی سے لڑ رہے تھے۔ میں جب ان سے ملا ہوں تو وہ موٹر نشین تو تھے ہی لیکن تیور خاک نشینوں کے سے تھے جو آج بھی ہیں۔ جب تک ساحر صاحب فرید آباد منتقل نہیں ہوئے تھے اور دہلی میں مقیم تھے تو ان سے میری بیسیوں ملاقاتیں ہو چکی ہیں۔ ان کا کلام سننا ایک مسرت تو ہے ہی لیکن ان کی باتوں کو سننا بھی کچھ کم مسرت نہیں ہے۔ جتنی محفلیں انھوں نے دیکھی ہیں۔ بہت کم نے دیکھی ہوں گی۔ برصغیر کی کیسی کیسی عظیم الشان ادبی ہستیوں کی جلوت و خلوت دونوں میں شریک رہے ہیں۔ وہ جب باتیں کرتے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے وہ نہیں بول رہے ہیں بلکہ اردو ادب

کے ۷۵ برس بول رہے ہیں۔ اپنے استاد آنجہانی جوش ملسیانی کا ذکر یں گے تو احتراماً نظریں یوں نیچی کرلیں گے جیسے جوش ملسیانی ان کے سامنے بیٹھے ہیں۔

ایک دن پرانی باتوں کا ذکر چل نکلا تو میں نے ان سے پوچھا "ساحر صاحب! آپ کی پہلی شعری تخلیق کون سی ہے؟"

ایک آہ بھر کر بولے "میری پہلی شعری تخلیق ایک نظم تھی جس کا عنوان تھا "اصطخر"۔

میں نے کہا "مکرر ارشاد ہو. عنوان میں نے ٹھیک سے نہیں سنا"

بولے "اصطخر۔ اصطخر۔ الف، ص، ط، خ، ر۔ یعنی اصطخر" میں نے اپنے سینہ کے اندر ہی اندر ایک ٹھنڈی آہ بھری اور کہا "اصطخر۔ واہ واہ۔ اصطخر۔ کیا بات ہے اصطخر کی۔ اصطخر میں ایک عجیب کیفیت ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اصطخر ہی سب کچھ ہے۔ اصطخر نہ ہو تو دنیا بے معنی ہے. زندگی کے اصطخر کو آپ نے جس طرح ادب کے اصطخر سے جوڑا ہے وہ آپ ہی کا حصّہ ہے. سبحان اللہ اصطخر۔ مرحبا اصطخر۔"

ساحر ہوشیار پوری نے میری اس بے ساختہ داد کے جواب میں پوری انکساری کے ساتھ سلام کرتے ہوئے کہا "نوازش، عنایت، کرم، شکریہ، مجھے خوشی ہے کہ تم نے اصطخر کو سمجھا. تمہاری اصطخر فہمی کا میں قایل ہو گیا ورنہ ان دنوں ہر طرف جُہلا پھیلے ہوئے ہیں. کسی کو اصطخر کے معنی نہیں معلوم۔ دس برس بعد تم پہلے آدمی ملے ہو جو اصطخر کا مفہوم جانتا ہے. اسی لیے تو تم جب بھی آتے ہو جی خوش ہو اٹھتا ہے۔"

میں نے کہا "ساحر بھائی! زمانہ ہی ایسا آگیا ہے. ہم جیسوں کو اور ہمارے اصطخر کو کون پہچانتا ہے۔ نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی نہ وہ خم ہے زلفِ ایاز میں۔ بھلا بتائیے جو اصطخر کو نہ جانے وہ اردو زبان و ادب کو کیا خاک جان سکتا ہے!" اس کے بعد ساحر ہوشیار پوری اردو معاشرہ کی موجودہ حالت پر اظہارِ افسوس اور میری اردو دانی پر اظہارِ مسرت کرنے لگے مگر میں نے اس دن انھیں زیادہ اظہار کا

موقع نہیں دیا کیونکہ میں اصطخر سے گھبرا گیا تھا. فوراً وہاں سے چلا آیا. دو چار ادیب دوستوں سے اصطخر کے معنی پوچھے مگر وہ بھی اپنے کندھے اچکا کر رہ گئے. دو ایک ڈکشنریاں دیکھیں تو انھوں نے مجھے اُچکا دیا چنانچہ آج تک مجھے اصطخر کے معنی نہیں معلوم ہو سکے لیکن اس کے باوجود ساحر صاحب مجھ سے اس لیے محبت کرتے ہیں کہ میں اصطخر کے معنی جانتا ہوں. اس دن کے بعد میں اس راز کو پا گیا کہ علم کے اظہار کا نام علم نہیں ہے بلکہ اپنی جہالت کو چھپانا ہی سب سے بڑا علم ہے. پتہ نہیں ساحر ہوشیار پوری نے اپنی پہلی تخلیق کا نام اس قدر مشکل کیوں رکھا حالانکہ ان کی بعد کی شاعری ہم جیسوں کی اردو دانی سے بالکل مطابقت رکھتی ہے.

ایک بار قبلہ کنور مہندر سنگھ بیدی سحر نے بتایا کہ ۱۹۵۰ء میں جب جشن جمہوریت کا پہلا مشاعرہ منعقد ہوا تو ساحر ہوشیار پوری کو اس کا جنرل سکریٹری بنایا گیا. میں نے کہا "اس مشاعرہ سے ساحر صاحب کے اوّلین تعلق کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ آج تک اس مشاعرہ میں "شاعری" کم اور "جمہوریت" کا بول بالا زیادہ نظر آتا ہے. میں نے آج تک اس مشاعرہ میں کبھی چین سے شاعری نہیں سنی کیونکہ ہر آدمی یہاں ہوٹنگ کرنے کے اپنے جمہوری حق سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنا چاہتا ہے. یوں بھی شعر کہنا شاعر کا جمہوری حق ہے اور ہوٹنگ کرنا سامعین کا. ساحر ہوشیار پوری اس معاملہ میں کیا کر سکتے ہیں؟"

ساحر صاحب سے میری ملاقاتیں ان دنوں بہت ہوتی تھیں جب ان کا دفتر ڈیفینس کالونی میں واقع تھا. ان دنوں وہ MAN-POWER یعنی بھولے بھالے ہندوستانیوں کو مشرقِ وسطیٰ کے ممالک میں بھیجنے کا کاروبار کرتے تھے. بڑا شاندار دفتر تھا. ان کا ایک ریسپشنسٹ کیرالا کا رہنے والا تھا. بہت دلچسپ آدمی تھا. میں اکثر شام کے وقت وہاں جاتا تو وہ اکثر مجھے دروازے پر روک کر کہتا تھا اب تو دفتر بند ہو گیا ہے، کل صبح کو آنا.

میں کہتا "مجھے فوراً دوبئی جانا ہے اپنے صاحب سے ملنے دو۔"

وہ کہتا" اے مسٹر۔ تم دوبئی جانا مانگتا یا باتھ روم۔ دوبئی کے واسطے ویزا چاہیے۔"

میں کہتا "اپنے صاحب سے ملنے دو۔ میرا ویزا ان کے پاس ہے۔"

وہ کہتا "کیا کوالیفیکیشن ہے تمہارا۔ کیا کام کرنا مانگتا تم دوبئی میں۔"

میں کہتا "ویلڈر یا فٹر بننا چاہتا ہوں۔"

وہ کہتا "پہلے ہمارے صاحب کی ویلڈنگ اور فیٹنگ کرو تب جانا۔"

اس بات پر میں اپنا وزیٹنگ کارڈ اسے دے کر کہتا کہ وہ اپنے صاحب کو دکھا دے۔ وزیٹنگ کارڈ کو ہاتھ میں لے کر کہتا "تم پہلا ویلڈر ہو جس کے پاس اپنا وزیٹنگ کارڈ ہے۔ تم بڑا کلچرڈ ویلڈر لگتا ہے۔" ساحر صاحب مجھے فوراً اندر بلا لیتے۔ ان کے ریسپشنسٹ سے میری بے شمار ملاقاتیں ہوئیں بلکہ آخری زمانہ میں تو اسے میری بے روزگاری پر ترس بھی آنے لگا تھا۔ ایک دن مجھ سے کہنے لگا "مسٹر! تم کوئی اور دھندا کیوں نہیں پکڑ لیتا۔ صاحب تم کو باہر نہیں بھیجے گا۔ تم ایک سال سے اِدھر آتا۔ کل بیس فٹر اور دس ویلڈر سعودی عرب کو گئے مگر صاحب تم کو نہیں بھیجا۔ تم کو ویلڈر بنانے کی آشا دلا کر تم کو راتوں کو اپنی شعر و شاعری سناتا۔ مسٹر کیوں اپنا ٹائم اِدھر برباد کرتا ہے۔ میں تم کو ایک ویکنسی بتاتا ہوں۔ کوشش کر لینا۔"

میں نے پوچھا "کونسی ویکنسی؟"

سرگوشی کے انداز میں بولا "میں یہ نوکری چھوڑ کر جا رہا ہوں تم میری جگہ صاحب کے ریسپشنسٹ بن جانا۔"

میں ساحر صاحب کا ریسپشنسٹ بننے کی سوچ ہی رہا تھا کہ ساحر ہوشیارپوری خود اپنی دُکان ڈیفینس کالونی سے بڑھا کر چلے گئے اور مستقلاً فرید آباد میں رہنے لگے فرید آباد کو ان کی منتقلی کے بعد میری ان سے ملاقاتیں زیادہ تر ادبی تقریبات ہی میں ہوئی ہیں۔ وہ اکثر مجھے فرید آباد آنے کی دعوت دیتے ہیں مگر میں جب بھی فرید آباد جانے کا ارادہ کرتا ہوں تو دل میں خیال آیا ہے کہ جب فرید آباد جانا ہی ہے تو کیوں نہ حیدر آباد چلا جاؤں۔

ساحر ہوشیار پوری کی صحبت کا دوسرا نام خوشگواری ہے۔ ان محفلوں میں ان سے بیسیوں غزلیں سنی ہیں۔ وہ جب کلام سناتے ہیں تو ان کی شخصیت کا رنگ ہی دوسرا ہو جاتا ہے۔ ان کی موجودہ زندگی خود ان کے ایک شعر کی تفسیر نظر آتی ہے۔

شام کو بادہ کشی، شب کو تری یاد کا جشن
مسئلہ یہ ہے کہ دن کیسے گزارا جائے

میری دعا یہ ہے کہ ساحر صاحب برسوں ہمارے درمیان رہیں اور اپنی یادوں کے جشن میں ہمیں بھی شامل کرتے رہیں۔

OO

ڈاکٹر ابنِ کنول
شعبۂ اردو، دہلی یونیورسٹی، دہلی

"سحرِ حرف" کا شاعر

اُردو شاعری کا سفر ولی دکنی سے لے کر جدید ترین شاعروں تک قریب تین صدیوں تک پھیلا ہوا ہے۔ ان تین صدیوں میں شعرا نے مختلف اصنافِ سخن پر طبع آزمائی کی ہے اور اپنی فنی صلاحیتوں کا اظہار کیا ہے۔ ہر صدی میں شاعری کے کئی دور مختلف اصناف کی مقبولیت کے اعتبار سے گذرے ہیں۔ کبھی ایہام گوئی کا چلن رہا، کبھی مثنوی مقبولِ خاص و عام رہی، کبھی قصیدہ گوئی کو شاعری کا طرۂ امتیاز سمجھا گیا اور کبھی مرثیہ کہنا باعثِ فخر تسلیم کیا گیا۔ لیکن ان تین صدیوں میں جو صنفِ شعر ہر دور میں عوام و خواص میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جاتی رہی وہ ہے غزل۔ غزل ولی کے عہد میں جس قدر مقبول تھی آج بھی اتنی ہی پسند کی جاتی ہے۔ ولی، میر، غالب وغیرہ کی مقبولیت اور ان کی انفرادی شناخت کا باعث اُن کی قصیدہ گوئی یا مثنوی نگاری نہیں، بلکہ ان کی غزلیہ شاعری ہے، جو انھیں آج بھی زندہ رکھے ہوئے ہے۔ اگرچہ آج کی غزل میں نئی نئی تبدیلیاں رونما ہو چکی ہیں۔ عہدِ حاضر کے شعرا نے غزل کو نئی لفظیات، نئی علامتیں، نئے موضوعات اور نئے آہنگ سے روشناس کرایا ہے۔ ہئیت کے اعتبار سے بھی غزل مختلف تجربات کی بھٹی سے ہو کر گذری ہے، اس کے باوجود غزل کا

اپنا مخصوص مزاج اور اس کے اپنے خاص تقاضے رہے ہیں۔

اُردو غزل کی تاریخ میں دہلی کو مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے اور دہلی میں اگر ایک طرف میرؔ کا درد و داغ اور غالبؔ کی معنی آفرینی و تہ داری اپنی جگہ اہمیت کی حامل ہے تو دوسری طرف داغؔ دہلوی کا بانکپن ایک خاص آن بان کے ساتھ نمایاں نظر آتا ہے۔ داغؔ دہلوی اور ان کے دبستان نے شاعری کی جس قدر خدمت کی ہے، کم از کم غزل کی تاریخ اسے نظر انداز نہیں کر سکتی۔ داغؔ کے اسکول کا ایک الگ انداز، نیا لہجہ اور انوکھا آہنگ ہے۔ داغؔ نے غزل کے مزاج کو بانکپن دیا۔ ساحرؔ ہوشیار پوری کا تعلق بھی داغؔ کے خاندان سے ہے۔ انھوں نے داغؔ کے شاگرد حضرت جوشؔ ملسیانی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ آج بھی ساحرؔ ہوشیار پوری کی غزل اُن کے خاندان کی نمایندگی کرتی ہے۔ انھوں نے غزل اور داغؔ کی روایت سے خود کو علیحدہ نہیں کیا ہے۔ مثلاً ؎

ان کو دیکھا تو نگاہوں نے یہ محسوس کیا
ایسی صورت کو کبھی ہم نے بھی چاہا ہوگا

واہ کیا خوب رہی وعدۂ دیدار کی شرط
حشر تک وعدۂ دیدار پہ ٹلتے رہیئے

شوق سے مجرم ہمیں گردانیے
بے وفا ہیں آپ، یہ بھی مانیے

پھر حسینوں کی طرف مائل ہے دِل
موت سے پھر دل لگی ہونے لگی

وصل کی شب الٰہی نہ ہو مختصر
یہ جواں ہی رہے تشنگی کی طرح

جذبہ کے اظہار کا یہ انداز ساحؔر کو ورثہ میں ملا۔ لیکن ساحؔر کے یہاں نیا انداز ہے۔ انھوں نے پرانے لفظوں کو نئے سانچوں میں ڈھال کر فنی پیکر تراشا ہے۔ اور اپنے لہجہ کو ایک انفرادیت بخشی ہے۔ ؎

شام کو بادہ کشی، شب کو تری یاد کا جشن
مسئلہ یہ ہے کہ دن کیسے گذارا جائے
تو کبھی درد، کبھی شعلہ، کبھی شبنم ہے
تجھ کو کس نام سے اے زیست پکارا جائے

سوئے منزل تو یہ جائے گی ہی تسلیم، مگر
سوئے مقتل بھی یہی راہ گذر جائے گی

مطمئن چہرہ، چمکتے ہونٹ، رخشندہ جبیں
کون سمجھے غم کی وہ شدت جو میرے دل میں ہے

آج انسانیت جس ہولناک دور سے گذر رہی ہے، ہر طرف دھوکا، فریب اور قتل و غارت گری کا بازار گرم ہے۔ ہر انسان ان عجیب و غریب حالات سے حیران و پریشان ہے۔ ساحؔر کو اس درد کا احساس ہے۔ اس پُر آشوب دور پران کے یہاں الفاظ بھی اشکوں کا پیکر اختیار کر چکے ہیں ؎

خونِ ناحق میں تڑپتی ہے فغانِ معصوم
سرخ رو خنجرِ قاتل ہے غزل کیا کہیے

زندگی ہے کہ ہے آزارِ مسلسل ساحرؔ
ہر نفس وقفِ غمِ دل ہے غزل کیا کہیے

ساحرؔ نے جو کچھ دیکھا ہے، اُس کی معنویت کو جذب کر لیا ہے۔ جو محسوس کیا ہے، اسے اپنے دکھ کا حصہ بنا لیا ہے، اپنے دل میں اس کی چبھن محسوس کی ہے۔ اگرچہ آج کا انسان مادّی اعتبار سے بلندیوں کو چھو رہا ہے لیکن ان بلندیوں کی سیڑیوں کے نیچے انسانی قدروں کی لاشیں چُنی ہوئی ہیں۔ ساحرؔ کے یہاں اس صورتِ حال کا بھرپور احساس ملتا ہے ؎

یہ عصرِ حاضر کے ہر بشر کا دُھواں دُھواں سا اُداس چہرہ
فضا میں پھیلی ہوئی کثافت کا مستقل اشتہار سا ہے

دیکھیے تو آج ہے انسان سرافرازِ جہاں
سوچیے تو آج کا انساں بڑی مشکل میں ہے

گرد کی تہہ میں ہی رہنے دو اسے آسودہ
زندگی آئینہ دیکھے گی تو ڈر جائے گی

حادثہ، قتل، ڈکیتی، سیلاب
تُو اسے تازہ خبر کیوں سمجھا

ہے سلگتی دھوپ کا اک دشت تا حدِّ نظر
سر چھپانے کے لیے اب چھاؤں کی چادر کہاں

عصری حقیقتوں اور ان کے ادراک کے اس شدید احساس نے ساحرؔ کو نئی غزل کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔ انھوں نے محض غزل کی روایت کو آگے نہیں بڑھایا بلکہ غزل کو ایک نیا لہجہ اور ایک انفرادی انداز بخشا ہے۔ بقول جوشؔ ملسیانی ؎

اُن کے ہر شعر سے مسحور ہے دِل
رام پرکاش کو "ساحرؔ" کہیے
ساحر ہوشیارپوری واقعی "ساحرِ غزل" ہے

غزلیں

ساحر ہوشیار پوری

(۱)

مُسکرا دینا کبھی آنکھ چھپکتے رہنا
دِل کو راس آ گیا خوابوں میں بھٹکتے رہنا

زندہ رہنے کا سلیقہ کوئی سیکھے ہم سے
خارزاروں میں بھی رہنا تو مہکتے رہنا

مُعجزہ ہے کہ نہیں تیرہ شبی کے باوصف
مثلِ مہتاب مرے دل کا چمکتے رہنا

بخش دی دولتِ کونین بس اک سجدے میں
اُن سے دیکھا نہ گیا دِل کا بھٹکتے رہنا

کاش انساں کو بھی حاصل ہو یہ سرشاریِ دِل
کوئی موسم ہو سرِ شاخ چہکتے رہنا

کوئی شے جلوہ نمائی کو ہے بے تاب ضرور
بے سبب تو نہیں نظروں کا بہکتے رہنا

کچھ تو شائستہ مزاجی کا بھرم رہنے دو
نامناسب ہے ہر اک دِل میں کھٹکتے رہنا

کیا اسی جذبِ مسلسل کو جنوں کہتے ہیں
بند آنکھوں سے کسی نقش کو تکتے رہنا

ہے یہ تابندہ اُجالوں کی بشارت ساحرؔ
رات دن غم کے اندھیروں میں بھٹکتے رہنا

(نذرِ میر)

(۳)

محبت میں بڑی تاثیر دیکھی
جدھر دیکھا تری تصویر دیکھی

ہوا نشّہ سا طاری جسم و جاں پر
یہ تاثیرِ کلامِ میرؔ دیکھی

اسیری کی نہ آزادی کی خواہش
عجب مجبوریِ نخچیر دیکھی

لبِ دریا بھی ہیں کچھ لوگ پیاسے
کمالِ ظرف کی تفسیر دیکھی

شگفتہ، شوخ، تابندہ عبارت
ترا خط کیا ملا، تصویر دیکھی

ہوئی تھی خواب میں خوشبو سی محسوس
تم آئے، خواب کی تعبیر دیکھی

خزاں کا دور کتنا پُرسکوں تھا
بہار آتے ہی پھر زنجیر دیکھی

مبارک، صاحبو! ارمانِ جنّت
مگر کیا وادیِ کشمیر دیکھی

زہے تحریر "وارث شاہ" ساحرؔ
زمانے میں نہ ایسی "ہیر" دیکھی

بے گناہی کی سزا دی جائے
غم کی میعاد بڑھا دی جائے

ترکِ اُلفت کی قسم کھا کر بھی
پھر اُسی در پہ صدا دی جائے

بے نیازی ترا شیوہ ہی سہی
رسمِ دُنیا تو نبھا دی جائے

چہرے بے رنگ ہوئے جاتے ہیں
کیوں نہ قندیل بجھا دی جائے

آگ کا صرف یہی مصرف ہے
خشک پتّوں میں دبا دی جائے

سرد لمحوں کی سسکتی شب کو
گرم سانسوں کی ہوا دی جائے

فرش جب بڑھنے لگے چھت کی طرف
گھر کی دیوار گرا دی جائے

آسمانوں کے مکینوں کے لیے
اِک زمیں اور بنا دی جائے

زخم شرمندۂ مرہم نہ ہوا
دستِ قاتل کو دُعا دی جائے

نام اخبار میں چھپ جائے گا
کوئی افواہ اُڑا دی جائے

آگ پانی میں لگا کر ساحرؔ
پیاس دریا کی بجھا دی جائے

(۴)

خواب دیکھے تھے سُہانے کتنے
جاگ اُٹھے دردِ پُرانے کتنے

ایک جلوے کی فراوانی سے
بن گئے آئینہ خانے کتنے

چال سے حال کی لاتے ہیں خبر
لوگ ہوتے ہیں سیانے کتنے

بوجھ کر بھی نہ بتاؤں تجھ کو
تیری مٹھی میں ہیں دانے کتنے

بے ارادہ جو ہوئے اشک رواں
لٹ گئے غم کے خزانے کتنے

تم ذرا روٹھ کے دیکھو تو سہی
لوگ آتے ہیں منانے کتنے

ہم نے صِرف ایک تبسّم کے لیے
زخم کھائے ہیں نہ جانے کتنے

ڈوب مرنے کا نہیں کوئی جواز
زندہ رہنے کے بہانے کتنے!

سرد مہری سے تری محفل میں
جَل بجھے لوگ نہ جانے کتنے

یادِ ماضی سے سمٹ آئے ہیں
ایک لمحے میں زمانے کتنے

اک نظر دیکھا تھا اس نے ساحرؔ
گھڑ لیے دِل نے فسانے کتنے

(۵)

ٹالنے سے وقت کیا ٹلتا رہا
آستیں میں سانپ اک پلتا رہا

موت بھی لیتی رہی اپنا خراج
کاروبارِ زیست بھی چلتا رہا

کوئی تو سانچہ کبھی آئے گا راس
میں ہر اک سانچے میں یوں ڈھلتا رہا

شہر کے سارے محل محفوظ تھے
تیرا میرا آشیاں جلتا رہا

آرزوئیں خاک میں ملتی رہیں
نخلِ اُلفت پھولتا پھلتا رہا

رات بھر سونی رہی برہن کی سیج
اور آنگن میں دِیا جلتا رہا

ذِکرِ حق بھی تھا بجا ساحرؔ، مگر
مے کشی کا دَور بھی چلتا رہا

(۶)

آرزو اظہار تک آتی نہیں
سعیِ دِل مشکور ہو پاتی نہیں

گھر سے نِکلے تھے جہاں جانے کو ہم
رہ گزر کوئی وہاں جاتی نہیں

اب جہاں لے جائے پروازِ جنوں
آسماں سے تو ندا آتی نہیں

ہم نے اِتنے گھر جلا ڈالے کہ اب
اپنے گھر کی یاد تک آتی نہیں

دِل وہ صحرا ہے کہ جس میں رات دن
پھول کھِلتے ہیں، بہار آتی نہیں

خواہشِ جام و سبو، قربِ حبیب
دِل کی یہ دیوانگی جاتی نہیں

اس قدر مانوس ہے ساحرؔ سے غم
اب طبیعت غم سے گھبراتی نہیں

(۷)

کون کہتا ہے محبّت کی زباں ہوتی ہے
یہ حقیقت تو نگاہوں سے بیاں ہوتی ہے
وہ نہ آئیں تو ستاتی ہے خلش سی دِل کو
وہ جو آئیں تو خلش اور جواں ہوتی ہے
گلشنِ زیست میں آتی ہے اک ایسی بھی بہار
پنکھڑی پھول کی جب نوکِ سناں ہوتی ہے
رہروِ راہِ محبّت کی بلا یہ جانے
دن گزرتا ہے کہاں، رات کہاں ہوتی ہے
میری دُنیا کو نہیں گردشِ دوراں سے خطر
دن جو ڈھلتا ہے یہاں رات جواں ہوتی ہے
ضبط سیلابِ محبّت کو کہاں تک روکے
دِل میں جو بات ہو آنکھوں سے عیاں ہوتی ہے
رُوح کو شاد کرے دل کو جو پُر نُور کرے
ہر نظارے میں یہ تنویر کہاں ہوتی ہے
زندگی ایک سلگتی سی چِتا ہے ساحرؔ
شعلہ بنتی ہے نہ یہ بجھ کے دھواں ہوتی ہے

(۸)

خندۂ لب سے غمِ دل کو نکھارا جائے
زیست کا قرض سلیقے سے اتارا جائے

کسی چہرے پہ تبسّم، نہ کسی آنکھ میں اشک
اجنبی شہر میں اب کون دوبارا جائے

شام کو بادہ کشی، شب کو تری یاد کا جشن
مسئلہ یہ ہے کہ دن کیسے گزارا جائے

تو کبھی درد، کبھی شعلہ کبھی شبنم ہے
تجھ کو کس نام سے اے زیست پکارا جائے

ڈس لیا ہے کسی ناگن نے تو اے جذبۂ شوق
اب یہ ضد کیوں ہے کہ یہ زہر اتارا جائے

اس مقدّر کے سنور نے کی دعا کیا مانگیں
جو تری چشمِ کرم سے نہ سنوارا جائے

غمِ دوراں، غمِ جاناں، غمِ ہستی ساحرؔ
بوجھ کوئی بھی ہو، سر سے نہ اتارا جائے

جتنا اپناؤ گے اتنی ہی سنور جائے گی
زندگی خواب نہیں ہے کہ بکھر جائے گی

گرد کی تہ میں ہی رہنے دو اِسے آسودہ
زندگی آئینہ دیکھے گی تو ڈر جائے گی

پھول سے ہونٹ، جواں جسم، غزالی آنکھیں
یہ سواری تو کسی چاند نگر جائے گی

آشیانے کو ذرا آگ لگا کر دیکھیں
روشنی ہوگی تو ہر آنکھ ٹھہر جائے گی

تم غمِ دل کو تبسّم میں چھپا لو، ورنہ
یہ شکن چہرے کی تا حدِّ نظر جائے گی

کس کو معلوم تھا یہ سیرِ چمن کی خواہش
اپنے دامن میں لیے برق و شرر جائے گی

گوشۂ بزم ہو ساحر کہ فرازِ مسند
ہم جہاں ہوں گے، وہیں ان کی نظر جائے گی

تیرے گا فضا میں جو سمندر نہ ملے گا
دِل سا بھی زمانے میں شناور نہ ملے گا

ساحل سے تو اندازۂ طوفان بھی ہے دُشوار
تہ میں جو نہ اترو گے تو گوہر نہ ملے گا

وابستہ ہے اس بزم سے ہی گھر کا تصوّر
اُٹھ جائے گی جب بزم تو پھر گھر نہ ملے گا

پرواز خلاؤں میں مبارک تمہیں، لیکن
اِک بار بکھر کر تو یہ پیکر نہ ملے گا

تم لُطفِ ملاقات کو آنکھوں میں بسا لو
یہ لمحہ مسرّت کا بچھڑ کر نہ ملے گا

سیراب جو ہیں، ان کی ہوس اور بڑھی ہے
اس بھیڑ میں پیاسوں کو سمندر نہ ملے گا

سر پھوڑنے والے رہیں واللہ سلامت
کچھ دن میں عبادت کو بھی پتھر نہ ملے گا

ہر شعر میں اظہار سے احساس ہم آغوش
اس دور میں ساحرؔ سا سخنور نہ ملے گا

اِنتظاریہ

میرے عہد کے بزرگ شاعروں میں بہت کم لوگ ہیں، جن کے فن اور شخصیت دونوں نے مجھے اتنا متاثر کیا ہے، جتنا ساحرؔ ہوشیارپوری صاحب کے فن اور شخصیت نے کیا۔ ساحر صاحب انتہائی مہذّب، شریف، انسان دوست اور سیکولر انسان ہیں اور اسی لیے ان کی شاعری کی بنیاد انسان دوستی پر ہے۔ میں ساحر صاحب کی پچھتّر سالہ سالگرہ پر تہہِ دل سے مبارک باد دیتا ہوں۔ خدا انھیں ہمیشہ سلامت، تندرست اور خوش و خرّم رکھے۔

—— خلیق انجم

جنابِ ساحرؔ ہوشیارپوری ہمارے اُن برگزیدہ شعرا میں ہیں جنھوں نے اپنی ساری زندگی عروسِ شعر کی زلفیں سنوارنے میں صرف کر دی ہے۔ انھوں نے ایک ایسے دور میں داغ اسکول کی روایات کو زندہ رکھا اور انھیں آگے بڑھایا جب کہ زبان و بیان کے محاسن کی طرف سے نئی نسل کے شعرا کی توجہ ہٹ رہی تھی۔

جہاں تک کلاسیکی روایات کو نئے اسلوب کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کا تعلّق ہے، ساحر صاحب کا کلام جادۂ شعر و ادب پر روشنی کے مینار کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان کی شاعری سچی اور کھری شاعری ہے اور اس پر 'ز دل خیزد بہ دل ریزد' کا اطلاق ہوتا ہے۔

نذرِ ساحر کمیٹی ہم سب کے شکریے کی حقدار ہے کہ وہ ساحر صاحب کو ان کی ۷۵ ویں سالگرہ کے موقعے پر مُمتازُ الشُّعراء کا خطاب پیش کر رہی ہے اور اُن کا جشن منا رہی ہے۔ ساحر صاحب ہر طرح سے اس اعزاز کے مستحق ہیں —— میں اس موقعے پر نذرِ ساحر کمیٹی اور ساحر صاحب کو

تہہ دل سے مبارک باد دیتا ہوں۔

—— جگن ناتھ آزاد

یہ خبر میرے لیے ہی نہیں پوری اُردو دُنیا کے لیے نوید مسرت ہے کہ حضرتِ ساحر ہوشیارپوری کو ان کی ۷۵ ویں سال گرہ پر "مُمتازُ الشعراء" کا خطاب پیش کیا جارہا ہے۔ حضرتِ ساحر اس خطاب کے بجا طور پر مستحق ہیں۔ انھوں نے لگ بھگ نصف صدی تک گیسوئے اردو کو سنوارا ہے اور ان کا یہ مبارک شغل آج بھی جاری ہے۔ وہ جانشینِ داغ حضرتِ جوشؔ ملسیانی کے ارشد تلامذہ میں ہیں اور اب خود استادی کے مرتبے پر فائز ہیں۔ اُردو غزل کی اس روایت کو جو داغ سے منسوب ہے، عصری رنگ و آہنگ کے ساتھ آگے بڑھانے میں ساحر صاحب کا اہم حصّہ رہا ہے۔ صحتِ زبان اور نفاستِ بیان کے ان تمام تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے، جو داغ اسکول کا مایۂ امتیاز ہیں، ساحر صاحب نے عصری میلانات کو بڑی خوبی سے اپنی غزل میں برتا ہے جو اُن کا خاص فن ہے۔ ساتھ ہی ساتھ شاعری کی دوسری اصناف میں بھی انھوں نے اپنی طبیعت کے جوہر دکھائے ہیں۔ ایسے باکمال شاعر کی جتنی قدر افزائی کی جائے کم ہے۔

—— مخمور سعیدی

اُردو اکاڈمی، دہلی

ہمدمِ دیرینہ مُمتازُ الشّعراء حضرتِ ساحرؔ ہوشیارپوری میرے محترم بزرگ بھی ہیں اور شفیق دوست بھی۔ بزرگ اس لیے مانتا ہوں کہ میرے پیش رو ہیں اور مجھ سے عمر میں بھی دس گیارہ سال بڑے ہیں۔ دوست اس لیے کہتا ہوں کہ ازراہِ خورد نوازی و دل براری دورانِ ملاقات وہ تمام حجابات بالائے طاق رکھ دیے جاتے ہیں جن سے خوردی و بزرگی کی تعیین ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی ذاتِ گرامی کبھی میرے لیے بار نہیں گزری۔ یہ تو رہی اُن کی بندہ نوازی لیکن مَیں نے کبھی اس بات کو اپنا حق نہیں جانا کہ میں بھی اُن سے بے تکلف ہو جاؤں اور برابری سے گفتگو کروں۔ میرے اوپر آدابِ بزرگانہ کے تحت جو فرض عاید ہوتا ہے وہ آج تک برقرار ہے اور تاحیات رہے گا۔

اب یہ جان کر کہ ساہتیہ منچ جالندھر اُن کی پچھترویں سال گرہ کے مبارک موقعے پر مُمتازُ الشّعراء کے خطاب سے نواز رہا ہے۔ وہ دِلی مسرت ہوئی کہ جس کے اظہار کے لیے میرے پاس نہ زبان ہے نہ الفاظ، یہ خطاب نہ صرف اُن کی شان کے شایاں ہے بلکہ اس اقدام سے ساہتیہ منچ جالندھر نے خود ایک امتیاز حاصل کر لیا ہے۔

خدائے بزرگ و برتر کی بارگاہ میں دست بدُعا ہوں کہ اُن کو حیاتِ خضر و صحت عطا فرمائے۔

قطعہ

انگلیوں پر جو گنے جاتے ہیں ہندوستان میں
اُن میں آتا ہے ممیّز طور پر تیرا ہی نام
پیش کرتا ہوں تجھے مَیں بھی عقیدت کا خراج
نازشِ اُردو ادب بے شک ہے تو عالی مقام

——— رئیس نیازی

قطعات

ساحرِ خوش فکر پُر تاثیر ہے تیرا کلام ہے بجا کہتے ہیں تجھ کو شاعرِ شیریں مقال
سیکڑوں شاعر بھی ہیں نقاد بھی نثار بھی پیش کر سکتی نہیں دُنیائے فن تیری مثال

فخر ہے اربابِ علم و فن کو تیری ذات پر تو ادب کے کارواں کا ہے امیرِ کارواں
ہے ترے اشعار میں لاریب جادو کا اثر اک ممیز شان کا حامل ہے اندازِ بیاں

جوشؔ اک مانے ہوئے استاد تھے خاندانِ داغؔ کے روشن چراغ
ہم کو ان کی ہی عنایت سے ملا ساحرِؔ جادو بیاں عالی دماغ

——— ڈاکٹر رامانند بیتابؔ علی پوری

نذرِ ساحرؔ ہوشیار پوری

ہے بجا کہتے ہیں تجھ کو ساحرِ جادو بیاں تیرے فکر و فن کا چرچا ہے جہاں میں چارسو
شرق سے تا غرب ہے تیری غزل گوئی کی دھوم خاندانِ داغؔ کی قائم ہے تجھ سے آبرو

گلستانِ جوشؔ کا گل رو ہے تو کس قدر ہم رنگ و ہم خوشبو ہے تو
تیرا اُردو پر بڑا احسان ہے درحقیقت محسنِ اُردو ہے تو

——— روشن لال نازؔ لائلپوری

तैरेगा फ़ज़ा में जो समन्दर नः मिलेगा।
दिल सा भी ज़माने में शनावर नः मिलेगा।।

साहिल से तो अंदाज़ः ए-तूफ़ां भी है दुश्वार।
तह में जो नः उतरोगे तो गोहर नः मिलेगा।।

वावस्तः है इस बज़्म से ही घर का तसव्वुर।
उठ जाएगी जब बज़्म तो फिर घर नः मिलेगा।।

परवाज़ ख़लाओं में मुबारक तुम्हें, लेकिन।
इक बार बिखर कर तो येः पैकर नः मिलेगा।।

तुम लुत्फ़े-मुलाक़ात को आंखों में बसालो।
येः लम्हः मसर्रत का बिछड़ कर नः मिलेगा।।

सैराब जो हैं, उनकी हवस और बढ़ी है।
इस भीड़ में प्यासों को समन्दर नः मिलेगा।।

सर फोड़ने वाले रहें वल्लाः सलामत।
कुछ दिन में इबादत को भी पत्थर नः मिलेगा।।

हर शैर में इज़्हार से अहसास हम आग़ोश।
इस दौर में 'साहिर' सा सुख़न-वर नः मिलेगा।।

जितना अपनाओगे उतनी ही संवर जाएगा।
ज़िन्दगी ख्वाब नहीं है कि बिखर जाएगा॥

गर्द की तह में ही रहने दो इसे आसूद:।
ज़िन्दगी आईन: देखेगी तो डर जाएगी॥

फूल से होंठ, जवां जिस्म, ग़िज़ाला आंखें।
ये: सवारी तो किसी चांद नगर जाएगी॥

आशियाने को ज़रा आग लगाकर देखें।
रोशनी होगी तो हर आंख ठहर जाएगी॥

तुम ग़मे-दिल को तबस्सुम मैं छुपालो वर्ना।
ये: शिकन चह्‌रे की ता-हद्दे-नज़र जाएगी॥

किस को मालूम था ये:, सैरे-चमन की ख्वाहिश।
अपने दामन में लिये बर्क़ो-शरर जाएगी॥

गोश: ए-बज़्म हो 'साहिर' कि फ़राज़े मसनद।
हम जहां होंगे वहीं उनकी नज़र जाएगी॥

खन्द:-ए-लब से ग़मे-दिल को निखारा जाए।
ज़ीस्त का क़र्ज़ सलीक़े से उतारा जाए॥

किसी चह्रे प: तबस्सुम न: किसी आंख में अश्क।
अजनबी शहर में अब कौन दुबारा जाए॥

शाम को बाद: कशी, शब को तेरी याद का जश्न।
मसअ्ल: ये: है कि दिन कैसे गुज़ारा जाए॥

तू कभी दर्द, कभी शौल:, कभी शबनम है।
तुझको किस नाम से ऐ ज़ीस्त पुकारा जाए॥

डस लिया है किसी नागिन ने तो ऐ जज़्ब: ए-शौक़।
अब ये: ज़िद क्यों है कि ये: ज़ह्र उतारा जाए॥

इस मुक़द्दर के संवरने की दुआ क्या मांगें।
जो तेरी चश्मे-करम से न: संवारा जाए॥

ग़मे दौरां, ग़मे जानां, ग़मे-हस्ती 'साहिर'।
बोझ कोई भी हो, सर से न: उतारा जाए॥

(7)

कौन कहता है मोहब्बत के ज़ुबां होती है।
ये: हक़ीक़त तो निगाहों से ब्यां होती है।।

वो: न: आएं तो सताती है ख़लिश सी दिल को।
वो: जो आएं तो ख़लिश और जवां होती है।।

गुल्शने-जीस्त में आती है इक ऐसी भी बहार।
पंखड़ी फूल की जब नोके-सनां होती है।।

रहरवे-राहे-मोहब्बत की बला ये: जाने।
दिन गुज़रता है कहाँ, रात कहाँ होती है।।

मेरी दुनिया को नहीं गर्दिशे-दौरां से ख़तर।
दिन जो ढलता है यहां रात जवां होती है।।

ज़ब्त सैलाबे-मोहब्बत को कहां तक रोके।
दिल में जो बात हो आंखों से अयां होती है।।

रूह को शाद करे दिल को जो पुर नूर करे।
हर नज़ारे में ये: तन्वीर कहां होता है।।

ज़िन्दगी एक सुलगती सी चिता है 'साहिर'।
शौला बनती है न: ये बुझ के धुवां होती है।।

(6)

आरज़ू इज़्हार तक आती नहीं।
सई-ए-दिल मश्कूर हो पाती नहीं॥

घर से निकले थे जहां जाने को हम।
रह-गुज़र कोई वहां जाती नहीं॥

अब जहाँ ले जाए परवाज़े जुनूं।
आस्मां से तो निदा आती नहीं॥

हमने इतने घर जला डाले, कि अब।
अपने घर की याद तक आती नहीं॥

दिल वो:सह्रा है कि जिसमें रात दिन।
फूल खिलते हैं बहार आती नहीं॥

ख्वाहिशे-जाम-ो-सुबू क़ुर्बे-हबीब।
दिल की ये: दीवानगी जाती नहीं॥

इस क़दर मानूस है 'साहिर' से ग़म।
अब तबिअ़त ग़म से घबराती नहीं॥

(5)

टालने से वक़्त क्या टलता रहा।
आस्तीं में सांप इक पलता रहा।।

मौत भी लेती रही अपना ख़िराज।
कार-ो-बारे-जीस्त भी चलता रहा।।

कोई तो सांचः कभी आएगा रास।
मैं हर इक सांचे में यूँ ढलता रहा।।

शहर के सारे महल महफ़ूज़ थे।
तेरा मेरा आशियां जलता रहा।।

आरज़ूएं ख़ाक में मिलती रहीं।
नख़्ले-उल्फ़त फूलता फलता रहा।।

रात भर सूनी रही बिरहन की सेज।
और आंगन में दिया जलता रहा।।

ज़िक्रे-हक़ भी था बजा 'साहिर' मगर।
मयकशी का दौर भी चलता रहा।।

(4)

ख्वाब देखे थे सुहाने कितने।
जाग उठे दर्द पुराने कितने।।

एक जल्वे की फ़रावानी से।
बन गए आइनः खाने कितने।।

चाल से हाल की लाते हैं खबर।
लोग होते हैं सियाने कितने।।

बूझ कर भी नः बताऊँ तुझको।
तेरी मुट्ठी में हैं दाने कितने।।

बे-इरादः जो हुए अश्क रवां।
लुट गए ग़म के फ़साने कितने।।

तुम ज़रा रूठ के देखो तो सही।
लोग आते हैं मनाने कितने।।

हमने सिर्फ़ एक तबस्सुम के लिए।
ज़ख्म खाए हैं नः जाने कितने।।

डूब मरने का नहीं कोई जवाज़।
ज़िन्दः रहने के बहाने कितने।।

सर्द मुहरी से तेरी, महफ़िल में।
जल बुझे लोग नः जाने कितने।।

यादे-माज़ी से सिमट आए हैं।
एक लम्हे में ज़माने कितने।।

इक नज़र देखा था उसने 'साहिर'।
घड़ लिये दिल ने फ़साने कितने।।

(3)

(नज्रे-मीर)

मोहब्बत में बड़ी तासीर देखी।
जिधर देखा तेरी तस्वीर देखी ।।

हुआ नश्शः सा तारी जिस्म-ो-जां पर।
येः तासीरे-कलामे-मीर देखी ।।

असीरी की, नः आज़ादी की ख़्वाहिश।
अजब मजबूरि-ए-नख्चीर देखी ।।

लबे-दरिया भी हैं कुछ लोग प्यासे।
कमाले-ज़र्फ़ की तफ़सीर देखी ।।

शगुफ़्तः शोख़, ताबिन्दः इबारत।
तेरा ख़त क्या मिला, तस्वीर देखी ।।

हुई थी ख़्वाब में ख़ुश्बू सी महसूस।
तुम आए ! ख़्वाब की ताबीर देखी ।।

ख़िज़ां का दौर कितना पुर सुकूँ था।
बहार आते ही फिर ज़ंजीर देखी ।।

मुबारक साहिबो ! अर्माने-जन्नत।
मगर क्या वादि-ए-कश्मीर देखी ।।

ज़हे तहरीरे—'वारिस शाह', 'साहिर'।
ज़माने में नः ऐसी 'हीर' देखी ।।

(2)

मुस्कुरा देना कभी आँख झपकते रहना।
दिल को रास आ गया ख़्वाबों में भटकते रहना।।

ज़िन्द: रहने का सलीक़: कोई सीखे हमसे।
ख़ार ज़ारों में भी रहना तो महकते रहना।।

मौजिज़: है कि नहीं, तीर: शबी के बावस्फ़।
मिस्ले-महताब म्ऱे दिल का चमकते रहना।।

बख़्श दी दौलते-कोनैन बस इक सिज्दे में।
उनसे देखा न: गया दिल का भटकते रहना।।

काश! इंसां को भी हासिल हो ये: सरशारि-ए-दिल।
कोई मौसम हो सरे-शाख़ चहकते रहना।।

कोई शय जल्व: नुमाई को है बेताब ज़रूर।
बे-सबब तो नहीं नज़रों का बहकते रहना।।

कुछ तो शाइस्त: मिज़ाजी का भरम रहने दो।
ना मुनासिब है हर इक दिल में खटकते रहना।।

क्या इसी जज़्बे-मुसलसल को जुनूँ कहते हैं?
बन्द आँखों से किसी नक़्श को तकते रहना।।

है ये: ताबिन्द: उजालों की बिशारत 'साहिर'।
रात दिन ग़म के अंधेरों में भटकते रहना।।

साहिर होशियारपुरी

ग़ज़लें

(1)

बे-गुनाही की सज़ा दी जाए।
ग़म की मिआ़द बढ़ा दी जाए॥

तर्के-उल्फ़त की क़सम खाकर भी।
फिर उसी दर पः सदा दी जाए॥

बे-नियाज़ी त्'रा शेवः ही सही।
रस्मे-दुनिया तो निभा दी जाए॥

चह्‌रे बे-रंग हुए जाते हैं।
क्यों नः क़न्दील बुझा दी जाए॥

आग का सिर्फ़ यही मसरफ़ है।
खुश्क पत्तों में दवा दी जाए॥

सर्द लम्हों की सिसकती शब को।
गर्म सांसों की हवा दी जाए॥

फ़र्श जब बढ़ने लगे छत की तरफ़।
घर की दीवार गिरा दी जाए॥

आस्मानें के मकीनों के लिए।
इक ज़मीं और बना दी जाए॥

ज़ख्म शर्मिन्दः-ए-मरहम नः हुआ।
दस्ते-क़ातिल को दुआ़ दी जाए॥

नाम अख़बार में छप जाएगा।
कोई अफ़वाह उड़ा दी जाए॥

आग पानी में लगाकर 'साहिर'।
प्यास दरिया की बुझा दी जाए॥

FELICITATIONS

ON 75TH BIRTH-DAY OF

JANAB SAHIR HOSHIARPURI

From :

Gopi Poddar - Mohan Sharma

Vice President Gen. Secretary

INDIAN CULTURAL FORUM

504, Pragati, 47/48, Nehru Place
NEW DELHI-110019

Phone : 6432877 / 6413712

COMPILATION (8) 'YAADGAAR-E-JOSH MALSIANI' Number of KITAB NUMA, a Monthly Magazine, New-Delhi, Published in January, 1977.

ADDRESS :

SAHIR HOSHIARURI
2269-Sector 28,
H.H. Board Colony,
Faridabad-121 003

PHONE : 81-24363/PP

C/o Mr. SANDEEP SAHIR
40-A, DDA Flats (MIG),
Sheikh Sarai-Phase-I,
New-Delhi-110 017.

PHONE : 6447380

Urdu Akademi on 9.8.86. The Award consists of Rs. 5,100/-, a shawl, Certificate of Merit and a Plaque-

(s) Reception arranged by Bazm-e-Adab, Faridabad on 27.9.1986.

(t) Selected to represent as Urdu Poet in the National Symposium of Poets, 1987, organised by All India Radio, at Bhopal.

(u) Award of poet Emeritus by Sahitya Manch Jalandhar, on his 75th birthday at a function organised at Delhi.

9. PUBLICATIONS

(1) Mahavir - Mehma A Musaddas (Poetry) on the life and teachings of Lord Mahavir, Published in 1939.

(2) SEHR-E-GHAZAL, collection of lyrics published in 1959.

(3) SEHR-E-NAGHMA, collection of Poems, lyrics, Quatrains etc. Published in 1970.

(4) JALTARANG, collection of Poems, Lyrics, Quatrains etc. in Devnagari Script, published in 1975.

(5) SEHR-E-HARF, collection of lyrics published in 1982.

Translation from English into Urdu

(6) Stories of Panch Tantra and

(7) Beggar King, published by Taraqqi-e-Urdu Board, Union Ministry of Education and Social Welfare, New-Delhi in 1974.

Hindi Urdu Sangam, Lucknow, in March, 1982.

(k) 'EK SHAAM SAHIR HOSHIARPURI KE NAAM' Organised by Indian Cultural Forum, New-Delhi, at Aiwan-e-Ghalib on 13.11.1982. The function was presided over by Sh.M. Hidayatullah, the then Vice President of India.

(l) Literary Award for contribution to Urdu Poetry by Sahitya Manch, Jalandhar on 26.11.1982.

(m) URDU GHAZAL AWARD by Mahavir Cultural Forum Hoshiarpur, on 27.11.1982.

(n) Prize of Rs. 2,000/- awarded by Uttar Pradesh Urdu Academy, Lucknow for SEHR-E-HARF (Collection of lyrics) in March, 1983.

(o) Annual Award of Rs. 5,100/- for 1982-83 for valuable contribution in the field of Urdu literature by Sahitya Kala Parishad, Academy of Arts and Letters, Delhi Administration.

(p) First Prize and Certificate of Merit awarded by Language Department, Govt. of Punjab Patiala, on 'SEHR-e-HARF' for the year 1982.

(q) SHAM - E - SAHIR, Hoshiarpuri Celebrations organised by Bazm-e-Adab Faridabad on 23.4.85.

(r) Syed Muzaffar Husain Burney Literary Award for 1985 by Haryana

SAHIR HOSHIYARPURI, A FAMILY GROUP, 1978

Sahir Hoshiarpuri with Shri Fakhruddin Ali Ahmed, President of India and Shri D.K. Barua, President AICC at Jashn-e-Aazadi Mushaira, Anjuman Urooj-e- Adab, Delhi on 16. 8 1976.

Sahir Hoshiarpuri welcoming The president of Inhia at Silver Jublee Mushaira Anjuman

❀❀❀❀
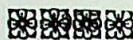
1950
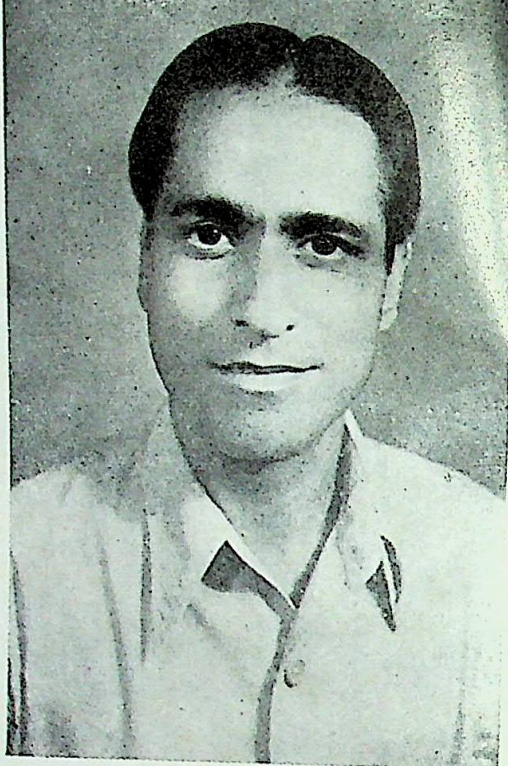
1961
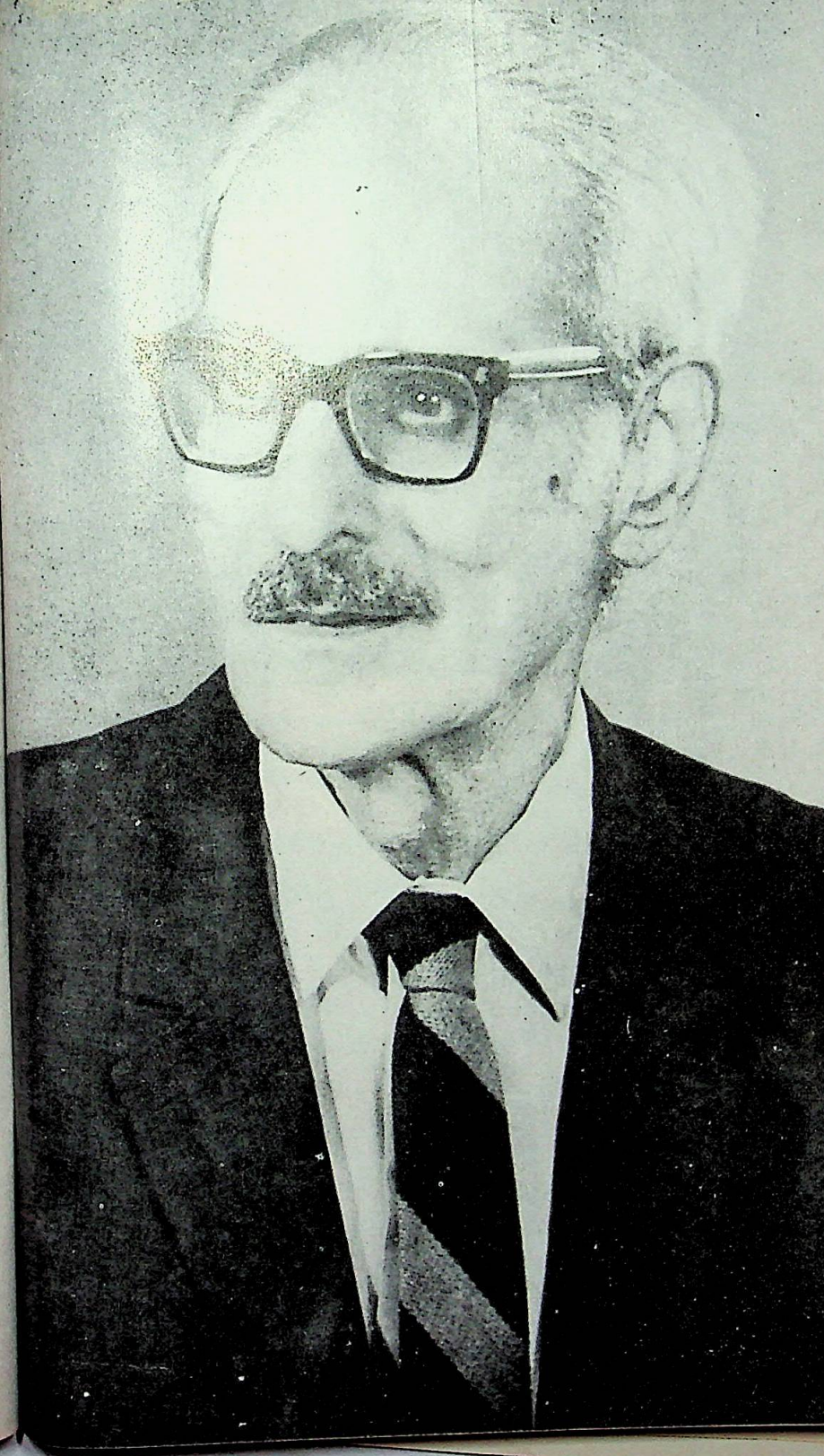
(c) GHAZAL AWARD by All India Hindi Urdu Sangam, Lucknow in November, 1971.

(d) Awarded first prize of Rs. 1,000/- and Certificate of Merit by Union Ministry of Education and Social welfare, New-Delhi for the year 1971-72 for 'SEHR-e-NAGHMA' (Collection of Poems, Lyrics, Quatrains etc).

(e) A Silver Mounting with the Signature of Lovers of Urdu Poetry and Prominent Literary Personalities presented at a felicitation function organised at Ghalib Academy, New-Delhi on 10.5.1973.

(f) URDU GHAZAL AWARD by the Central Committee of All Languages National Integration Forum (Rashtriya Ekta Bhashai Sangh), Biswan (UP) for the year 1974.

(g) URDU GHAZAL AWARD by Eram Education Society, Lucknow for the year 1976.

(h) SHAM-E-SAHIR organised by Indian Cultural Forum, New-Delhi at Aiwan-e-Ghalib, on 25/1/1976. The function was inaugurated by Dr. Karan Singh, the then Union Minister of Health and Family Planning.

(i) MIR Award by All India Mir Academy, Lucknow in April 1981.

(j) Urdu Adab Award by All India

Patron, IQBAL Centenary Celebrations Committee, Allahabad (1978). Patron All India Seminar and Mushaira, Allahabad (1979). Patron, FANI Buday-uni, Centenary celebrations Committee, Allahabad (1981). Vice President, Organising Committee, Kanwar Mohinder Singh Bedi 'SAHAR' Diamond Jubliee Celebration Committee, Delhi (1985-86). Vice president, Jashn-e-Aziz Warsi organising committee, Delhi (1985-86). President, Anjuman-e-Urooj-e-Adab, Delhi. President Writers Guild, Delhi. Patron The ANJUMAN, Delhi. President, ANJUMAN Taraqqi-e-Urdu (Hindi), Faridabad (1985). President, KARWAN-e-Josh, Delhi.

Organised, Presided-over and participated in numerous Literary Seminars, Cultural Functions and Mushairas all over India and Pakistan. A regular contributor to various literary magazines since last five decades and actively participating in the programmes of different stations of All India Radio and TV centres.

8. Awards and Honours

(a) Anjuman-e-Urooj-e-Adab, Delhi celebrated Jashan-e-Sahir at Mavalankar Auditorium, New-Delhi on 15.8.1970. The function was inaugurated by Sh.G.S. Pathak, the then Vice President of India.

(b) SHAAM-E-SAHIR organised and celebrated at HOSHIARPUR in November, 1970.

: Editor, 'MAH-E-NAU', Monthly, Delhi (1967-68)
Started writing poetry in 1930 and quite a few poetic fragments were published in The RAVI, the Literary magazine of Govt. College Lahore and some other Dailies and Weeklies of Punjab. But the recognition came when one of the earliest compositions 'ASTAKHR' appeared on the full large size page of 'ADABI DUNIYA' a prestigious Urdu Monthly magazine of Lahore in 1934. Founder Secretary, 'Bazm-e-Girami' Hoshiarpur (1936-47). Vice President, Bazm-e-Adab Bombay (1941-42). Secretary, Organising Committee of the first Jashn-e-Jamhooriat (Republic Day celebrations) held at Red Fort in 1950. Publicity Secretary, All India Urdu Conference, Delhi (1957). Propaganda Secretary, Centenary Celebration Committee Pandit Brijmohan Datatriya KAIFI, Delhi (1966). Chairman Reception Committee, Jashn-e-Sahar Bazm-e-Sher-o-Naghma, Bombay (1957). President Indian Friends Society, Delhi (1974). Patron, All India Hindi Urdu Sangam, Lucknow (1974). Vice Chairman, Reception Committee, Nehru Cultural Association, Lucknow (1975). Vice President, Non-muslim Urdu Writers Conference, Lucknow (1973). President Organising Committee, Jashn-e-Aziz warsi, Delhi (1976). Secretary, Jashn-e-Saalgirah JOSH MALSIANI Committee, Delhi (1977).

BIO-DATA
of
SAHIR HOSHIARPURI

1. Name	: RAM PRAKASH (S/o Late Shri Mukhi Ram Ohri)
2. Pen-name	: Sahir Hoshiarpuri
3. Date of Birth	: 10th February, 1913 (Bikrami 29th Magh, 1969)
4. Place of Birth	: Hoshiarpur (Punjab)
5. Education	: B.A. (Honours in Persian), 1933
	: M.A. Persian, 1935, Government College, Lahore (Punjab University)
6. General	: Tutor to the Princes of erstwhile Patiala State (1935-36)
	: Joined ancestral Joint family business at Hoshiarpur with branches at Bombay, Lahore, and Nagrota (Himachal) and managed it from 1936 to 1947.
	: Settled at Delhi in 1950. Shifted to Faridabad (Haryana) in 1981.
7. Literary Career	: Editor 'KAILASH' Monthly, Hoshiarpur (1936-47)
	: Editor 'CHANDAN' Monthly, Kanpur (1948-49)

translation of Sahir's poetry. I would however confine myself in quoting a single verse of Sahir :

Taghiyar hai duniya ki har shai mein laikan
Mohabbat jawan thi, mohabbat jawan hai.

Translated freely, it would mean; 'everything in the world is in the process of change; Love however was young, and Love will remain young for ever'. So will be Sahir—young for ever—smiling and shining like a winter morning Sun.

Sahir's seventyfifth birthday is a reminder to his everlasting youth, acquired through eternal dedication to everything beautiful.

ZAFAR PYAMI
(Dewan Berindranath)
Editor
Press Asia International,
A-19, Gulmohar Park
New Delhi-110049

Migrating to Delhi following the partition, Sahir Hoshiarpuri got actively involved in the literary life of the capital. In Delhi, he got the friendship and constant company of stalwarts such as Josh Malihabadi, Kunwar Mohinder Singh Bedi, Gopal Mittal, Jagan Nath Azad, Firaq Gorakhpuri, Bismal Saeedi and many other equally eminent personalities.

An author of over half a dozen much acclaimed books Sahir Hoshiarpuri has not confined his multifaceted talent to poetry alone. He is widely respected as an editor too of three highly prestigious Urdu journals—Kailash, Hoshiarpur, Chandan, Kanpur and Mah-e-Nau, Delhi.

It was thus very appropriate of the All India Radio to request Sahir Sahib this year to be the Urdu representative at the All-India Symposium of poetry from fourteen National languages, on the occasion of the Republic Day. This signal honour was in some measure connected with the fact that Sahir Sahib was the Secretary of the Executive Committee which organised the first historic "JASHN-E-JAMHOORIAT" at the Red Fort in 1950. His life has since been devoted to the ideals of democracy, national integration and secularism, rendering valuable service particularly to the cause of communal harmony through his writings and active participation in all causes connected with promotion of national unity. Sahir Sahib's whole life in fact is document of a dedicated poet and humanitarian who sacrificed all temptations for wealth and power.

It has been rightly said that best of poetry cannot be translated. Sahir's poetry undoubtedly falls in that genre. A translator, however good, cannot capture the beauty and mastery of his language and expression, as it is deep-rooted in an Urdu cultural tradition & atmosphere and exclusively Indo-Mughal in form and totally Indian in content. It would be not only foolish but sacriligious, even to attempt

Engaged actively in the service of the muse for over half a century, Sahir Sahib has, however, not confined himself to poetry alone. It is the enchanting charm of his personality which has played an equally potent part in weaving out the spell-binding magic called Sahir Hoshiarpuri.

While millions must have loved Sahir as a poet, there are many more fortunate ones, both known and unknown, to whom Sahir Sahib has been a sincere friend, a charming companion, an erudite conversationalist, an articulate expert in Urdu and Persian languages, an honest businessman, a loving father, a devoted husband and a familyman—in short a great human being. It is this combination—rather rare these days—of best qualities of head and heart which makes Sahir Hoshiarpuri not only as one of the most popular personalities of contemporary Urdu literature but, also an "institution" emenating inspiration to younger generations.

Born in an affluent business family in Hoshiarpur, considered then an oasis of culture and literature in Eastern Punjab, Sahir Sahib has had a brilliant academic career culminating in B.A. (Hon's) to Master's Degree in Persian literature from the Punjab University. During and after his sojourn in that great institution of pre-partition Punjab—Government College, Lahore, Sahir Sahib got the opportunity to come personally close to some of the giants of Urdu literature like Hafeez Jallandhri, Sufi Tabusam, Alama Tajwar Najibabadi, Dr. Taseer, Faiz Ahmed Faiz, Ehsan Danish, Akhtar Sheerani, Hari Chand Akhtar and several other leading literary figures.

It goes to the credit of Sahir Sahib that he was able to cultivate and nurture such friendships till the end of all those great figures of 'the Golden era' of Urdu literature.

POET EMERITUS

One feels privileged, proud and immensely pleased to be invited to pen a brief introduction to a great master of Urdu verse, Sahir Hoshiarpuri, meaning literally the "magic-weaver from Hoshiarpur." Through his devotion to poetry during the last sixty years, Sahir Sahib has undoubtedly proved the aptness of the pen name—the original name Ram Prakash Ohri—he had chosen for himself. Sahir Sahib has indeed woven magic—and music—through his pen. His poetry representing the most chaste and the purest form of Urdu "Ghazal" owes its inspiration to a great master Josh Malsiani, the best known exponent of the Dagh School of Urdu Ghazal.

In his poetry, Sahir has uniformally upheld the best traditions of Urdu Ghazal as created by Dagh Dehalvi and nurtured by his own Ustad Master Josh Malsiani. Known for its simplicity of diction, spontanity of expression and impeccable perfection of form and total sincerity of thought, Sahir Hoshiarpuri's poetry today stands as a living monument of exequisite beauty-among ruins of a bygone glory scattered around.

The Punjab Sahitya Parishad is to be congratulated that it has very rightly decided to bestow the award of 'Poet Emiritus' on Sahir Sahib for his meritorious services to Punjab and Urdu. Equally laudable are the efforts of the Nazar-E-Sahir Committee to celebrate today his Seventy-fifth birthday, as a tribute to a many-splendoured personality and a multi-merited poet.

Suman Devgan

Suman Devgan, a versatile artist with her mellifluous and sonorously rich voice has made indelible mark in Ghazal singing. Gifted with a voice of immense flexibility and extensive range, she has carved out her own unique creative and captive style. Her Style of singing, which portrays true depiction of poet's sensitive and delicate feelings, has won her a large following.

Suman Devgan's numerous appearances on Television and music concerts, and frequent broadcasts from various stations of All India Radio have been widely acclaimed and highly appreciated by the connisseurs of music. Recently her four cassettes have been released by Golden melodies containing. The lyric "Zindagi Hamse Khafa Ho Jaise" is penned by Janab Sahir Hoshiarpuri.

Sahitya Manch Jalandhar
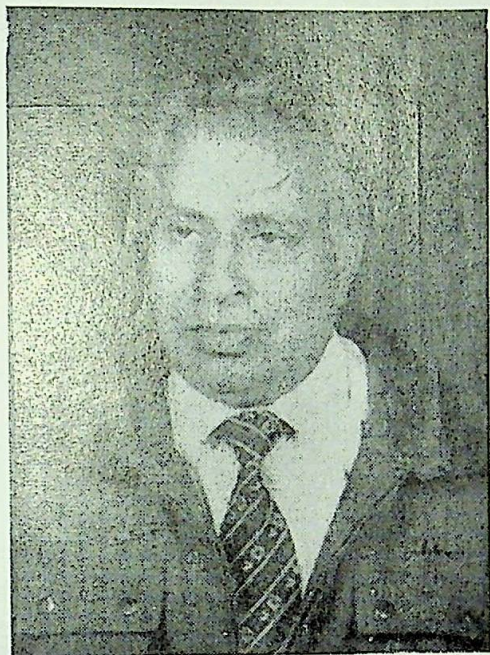
J. C. Vaidya
President

Mehr Gera
Gen. Secretary

P. P. OHRI

HITESHI MALIK

K. K. Bahl

Sandeep Sahir
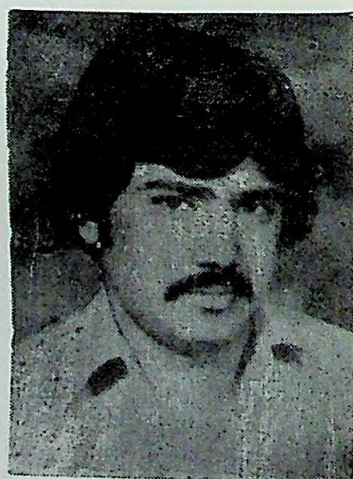
Abdul Nasir Qureshi

EXECUTIVE MEMBERS

Begum Mumtaz Mirza
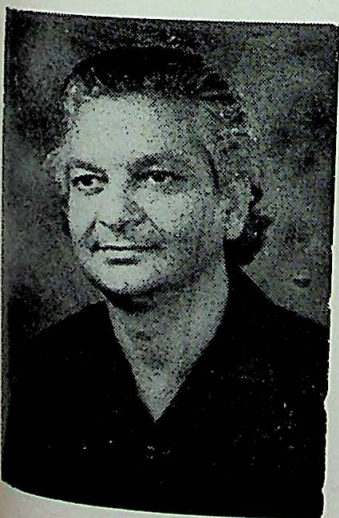
Unvan Chishti
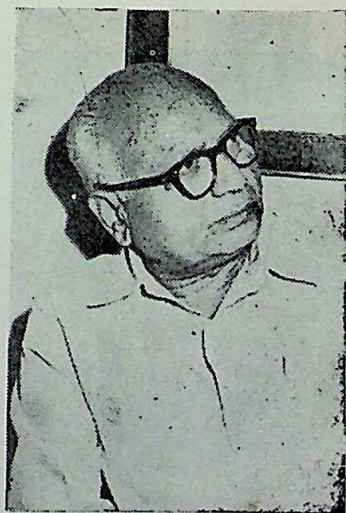
Javed Vashisht

K L Narang Saqi
Convenor
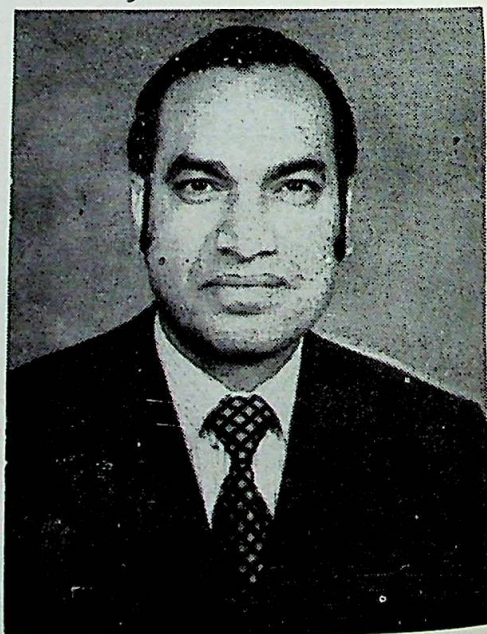
M. L. Sharma
Secretary

Nazr-e- Sahir Committee Delhi
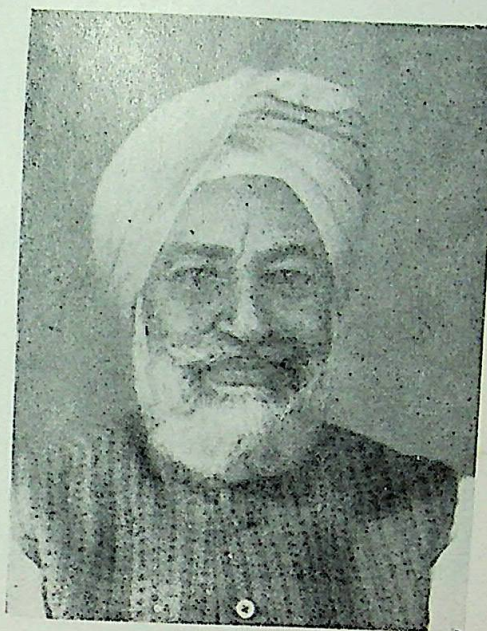
Kanwar Mohinder Singh Bedi
Chairman
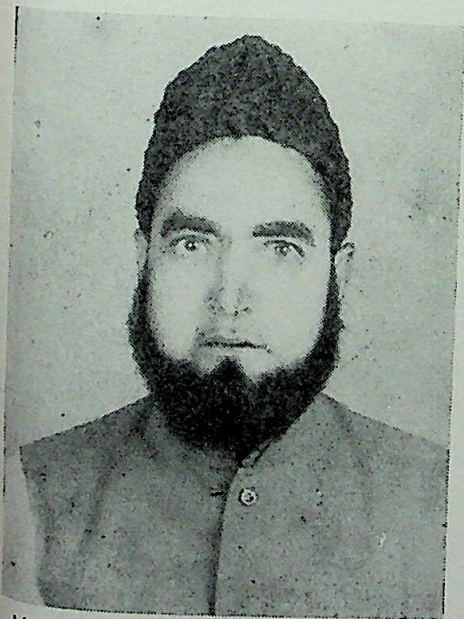
Haji Abdur Rehman
President

Shri Balram Jakhar
Honble Speaker Lok Sabha

●

Love increases when we share it
Judge your friends by loving them

NAZR-E-SAHIR COMMITTEE
NEW DELHI

Chairman
Kunwar Mohinder Singh Bedi

President
Haji Abdul Rehman

Convener
K. L. Narang Saqi

Secretary
M. L. Sharma

Executive Members
1. Begum Mumtaz Mirza
2. Javed Vashisht
3. Unwan Chishti
4. Nisar Ahmed Farooqi
5. K. K. Bahl.
6. P. P. Ohri
7. Hiteshi Malik
8. Sandeep Sahir
9. Abdul Nasir Qureshi

Sahitya Manch, Jalandhar

President
Mr. J. C. Vaidya

Vice Presidents
Mrs. Surjit Kaur
Mr. Ravinder Lyall
Mr. M. M. Sharma

General Secretary
Mr. Mehr Gera

Publicity Secretary
Mr. D. D. Sharma

Executive Members
1. Mrs. Laxmi Jina
2. Mr. Virender Khanna
3. Mr. M. L. Tair

Prepared and Printed by Modern Publishing House, New Delhi-110002
For NAZR-E-SAHIR COMMITTEE

PROGRAMME

Welcome address	: Janab Kunwar Mohinder Singh Bedi
Speech	: Dr Unwan Chishti
Pen Portrait	: Janab Mujtaba Husain
Presentation of award	: By Shri Balram Jakhar, Honourable Speaker Lok Sabha

Release of book NAZR-E-SAHIR HOSHIARPURI & Souvenir

Presentation of mementos on behalf of various literary organisations to Sahir Sahib

Address by the Chief Guest.
Vote of Thanks by Haji Abdul Rehman and Shri J. S. Vaidya.

* * *

Musical Presentation of Sahir's Ghazals by : Suman Devgan

To Felicitate

JANAB SAHIR HOSHIARPURI

on his 75th Birthday

SAHITYA MANCH JALANDHAR

Presents the Award of

Poet Emeritus

on Wednesday February 11, 1987

AT

ANDHRA PRADESH BHAWAN

New Delhi

Shri Balram Jakhar

Honble Speaker Lok Sabha

TO PRESIDE OVER THE FUNCTION

ORGANISED BY :

NAZR-E-SAHIR COMMITTEE

NEW DELHI

I K Gujral
G-13, Maharani Bagh
New Dehi - 110065
Tel : .633087 634002

27th January 1987

I am glad that you are celebrating the 75th birthday of Jenab-e-Sahir. His contribution to Urdu literature and public life has been quite remarkable.

I join you all in wishing him a very long life and sustained creative activity.

With warm regards.

Sd-

(I. K. GUJRAL)

TAYYAB HUSSAIN

Home Minister, Haryana,
Chandigarh

MESSAGE

It gives me great pleasure to know that Nazr-e-Sahir Committee is arranging a cultural evening on February 11 at New Delhi to felicitate Janab 'Sahir Hoshiarpuri' on his 75th Birthday and a souvenir is also being brought out on this occasion.

Janab 'Sahir Hoshiarpuri' has done a commendable service to the Urdu literature and his publications are read by thousands of Urdu lovers. A poet of this repute deserves appreciation from all of us and I congratulate Sahitya Manch, Jallandhar for awarding the great poet and I am sure the souvenir will carry detailed material concerning the life and works of the great poet.

I send my best wishes to the members of the Committee and wish the venture a great success.

Sd-
(TAYYAB HUSSAIN)

RAJ BHAVAN, PUNJAB
CHANDIGARH-160019

GOVERNOR

MESSAGE

Janab Sahir Hoshiarpuri has rendered outstanding service to Urdu literature for the past six decades. It is therefore befitting that the Nazr-e-Sahir Committee is organising a special function at New Delhi to felicitate this eminent poet on the occasion of his 75th birthday on the 11th February, 1987. It is interesting to know that a book entitled 'Nazr-e-Sahir Hoshiarpuri' is to released by Shri Balram Jakhar, Speaker Lok Sabha, on occasion.

I extend my greeting and best wishes to Janab Sahir Hoshiarpuri and congratulate the Nazr-e-Sahir Committee and hope that the function organised by them will be a success.

Sd-
(S. S. RAY)
Governor of Punjab

GOVERNOR

RAJ BHAVAN
BOMBAY-400035

4 February 1987

MESSAGE

I am happy to learn that Janab Sahir Hoshiarpuri is being felicitated on his 75th birthday on the 11th February 1987. Sahir Hoshiarpuri has made great contributions to the Urdu literature over the past almost six decades. On this happy occasion I join his many friends and admirers in wishing him good health and happiness and a long life in the pursuit of causes which are dear to his heart.

Sd.
(S. D. SHARMA)
Governor of Maharashtra

CHIEF EXECUTIVE COUNCILLOR
DELHI ADMINISTRATION, DELHI

JAG PARVESH CHANDRA

February 2 1987

MESSAGE

I am glad that Nazr-e-Sahir Committee is organising a cultural Evening to felicitate Janab Sahir Hoshiarpuri, a literary luminary of the Urdu literature. It is such eminent literary personages and artists, which are contributing greatly in the Administration desire to make Delhi the culture capital also, of the country. Your efforts, therefore, in honouring Sahir Saheb are therefore, commendable.

I wish your venture all success.

Sd.
(JAG PARVESH CHANDRA)

SHRI K. L. NARANG,
Convener,
Nazr-e-Sahir Committee,
504, Pragti House, 47/48, Nehru Place,
New Delhi-110019

MINISTER OF STATE
ENVIRONMENT & FORESTS, INDIA
NEW DELHI-110011

Z. R. Ansari

January 30, 1987

MESSAGE

I am happy to know that Nazr-e-Sahir Committee of New Delhi is organising a cultural evening to felicitate Janab Sahir Hoshiarpuri on his 75th birthday falling on the 11th February, 1987. I join the members of the Committee in wishing him a happy long life.

Janab Hoshiarpuri is well known for his outstanding contribution to the cause of promotion of Urdu literature. Conferring of the Poet Emeritus Award on him would indeed be a befitting honour.

I send my best wishes for the success of the event and the souvenir being brought out on the occasion.

Sd-
Z. R. ANSARI
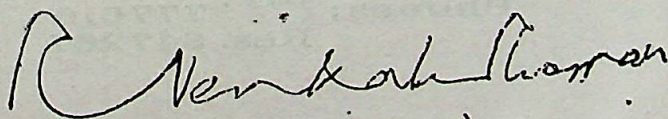
उपराष्ट्रपति, भारत
नई देहली
VICE-PRESIDENT
INDIA
NEW DELHI

January 31, 1987

Message

I am glad to learn that Nazr-e-Sahir Committee is organising a Cultural Evening to felicitate the noted litterateur Janab Sahir Hoshiarpuri on the occasion of his 75th Birthday. On this happy occasion, I extend my warm good wishes to Janab Sahir Hoshiarpuri for many more years of useful service to Urdu literature and to the world of Ghazals.

R Venkataraman

(R. Venkataraman)

राष्ट्रपति
भारत गणतंत्र
PRESIDENT
REPUBLIC OF INDIA

Message

I am happy to know that a Cultural Evening will be held at New Delhi on February 11, 1987 to felicitate Janab Sahir Hoshiarpuri on the occasion of his 75th Birthday.

I send my greetings to the organisers and Janab Sahir Hoshiarpuri and wish the function all success.

New Delhi,
February 4, 1987.

Zail Singh
(ZAIL SINGH)